بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیوہ حکومت اسلامی

تالیف و ترتیب

سید محمد حسین زیدی برستی

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت حقائق الاسلام

نزد مین ڈاکخانہ لاہوری گیٹ چنیوٹ

MAAB 1431

maablib.org

جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں

نام کتاب — شیوہ حکومت اسلامی

نام مؤلف — سید محمد حسنین زیدی برستی

رابطہ نمبر: 047-6334466 Cell:0321-7917681

ناشر — ادارہ نشر واشاعت حقائق الاسلام چنیوٹ

کمپوزنگ — **الرحمن** کمپیوٹر کمپوزنگ سنٹر چنیوٹ

تعداد — ایک ہزار

مطبع — معراج دین پرنٹنگ پریس لاہور

طبع — اول

MAAB 1431

مرکز احیاء آثار بریة

maablib.org

فہرست

MAAB 1431
maablib.org

MAAB 1431
maablib.org

MAAB 1431
maablib.org

پیش لفظ

اسلامی حکومت کے بارے میں بہت سے مسلم دانشوروں اور اسلامی مفکرین نے اپنے اپنے نکتۂ نظر سے اسلامی حکومت کے خدوخال پیش کئے ہیں لیکن بعض مفکرین نے غیر جانبداری کا دامن چھوڑ کر خود اپنے نظریہ کو اسلامی حکومت کا نظریہ بنا کر پیش کیا ہے، چنانچہ مولانا مودودی صاحب نے اپنی کتاب خلافت وملوکیت کے صفحہ 83 پر یہ لکھا ہے کہ:

''اگر چہ آنحضرت نے اپنی جانشینی کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ لیکن مسلم معاشرے کے لوگوں نے خود یہ جان لیا کہ اسلام ایک شوروی خلافت کا تقاضا کرتا ہے''۔

خلافت وملوکیت ص-83

اور خلافت وملوکیت کے صفحہ 86 پر خلفائے راشدین کے خلیفہ بننے کے حالات بیان کر کے یوں تحریر فرمایا ہے کہ:

''ان واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خلافت کے متعلق خلفائے راشدین اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ واالہ وسلم کا متفق علیہ تصور یہ تھا کہ یہ انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورہ اور ان کی آزادانہ رضامندی سے قائم ہونا چاہیے۔

خلافت وملوکیت ص-86

یہ مولانا مودودی صاحب اور ان کے ہم خیال تمام مسلم مفکرین اور دانشوروں کا پیش کردہ نظریہ ہے اور پاکستان کے قیام کے بعد سے تمام سرکاری مدرسوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسلام کے سیاسی نظام یا اسلام کے سیاسی افکار کے نام سے تمام طالب علم یہی نظریہ پڑھ رہے ہیں۔

لیکن اہل سنت کے بعض دانشوروں اور مفکرین نے غیر جانبدارانہ طریقے سے بھی اسلامی اور مسلمانوں کے دونوں عظیم مکاتب فکر کے نظریات کو بیان کیا ہے جیسا کہ اہل

MAAB 1431
maablib.org

سنت کے معروف ومشہور مورخ علامہ مسعودی نے اپنی تاریخ ''مروج الذہب جز ء 1 ص39 ''پر سابقہ انبیاء کے جانشینوں کے تقرر کے بارے میں بیان کرنے کے بعد لکھا ہے ۔ان کی اصل عبارت تو اس کتاب کے عنوان ''پیغمبر کے جانشینوں کا تقرر کے بارے میں دو نظریے'' کے تحت ملاحظہ کی جاسکتی ہے ۔لیکن یہاں اس کا ترجمہ نقل کیاجا تا ہے جو یہ ہے کہ:

''اس طرح یہ وصیت ایک زمانے سے دوسرے زمانے تک منتقل ہوتی رہی ۔ یہاں تک کہ خداوند تعالی نے اس نور کو صلب عبد المطب میں اور عبد اللہ والد محمد مصطفیٰ میں ودیعت کیا۔اب یہ وہ مقام ہے جہاں پر اہل اسلام تنازعہ کرتے ہیں ایک تو وہ جماعت ہے جو نص (امامت بالنص) کی قائل ہے اور دوسرا گروہ اختیار کا قائل ہے ۔

امامت بالنص کے قائل حضرت علی ابن ابی طالب اوران کی اولاد مطہرین کے شیعہ ہیں ۔جن کا اعتقاد یہ ہے کہ کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں ہے وہ امام یا تو نبی ہوگا یا اس کا وصی ،جس کو خدا ورسول نص کے ساتھ مقرر کردے ۔

اوراصحاب الاختیار فقہا،معتزلہ ،خوارج کے فرقے ،مرجیہ ،اصحاب الحدیث کی اکثریت ،عوام الناس اورزیدیہ کے کچھ فرقے ہیں ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ خدا و رسول نے امت کو یہ اختیار سپرد کردیا ہے کہ وہ اپنے میں سے کسی کو اپنا امام مقرر کرلیں''

پاکستان کیونکہ مسلمانوں کے دونوں بڑے مکاتب فکر کی مشترکہ جدو جہد کے ذریعے بنا تھا اور مدرسوں ، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دونوں ہی مکاتب فکر کے طلباء پڑھتے ہیں لہذا انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ سرکاری مدارس میں اسلام کے سیاسی افکار یا اسلام کے نظریہ حکومت کے نام سے دونوں مکاتب فکر کے نظریات کو شامل نصاب کیا جاتا اور یا تو دونوں نظریات پر مشتمل علیحدہ علیحدہ کتابیں پڑھائی جاتیں یا مفکر و مورخ شہیر علامہ مسعودی کی مروج الذھب کی طرح ایک ہی کتاب میں اس طرح لکھا جاتا کہ اسلام کے نظریۂ حکومت کے بارے میں ایک مکتب فکر کا نظریہ یہ ہے اور دوسرے مکتب فکر کا نظریہ یہ ہے ۔

MAAB 1431
maablib.org

ہم نے یہ دیکھتے ہوئے کہ اسلام کے نظریہ حکومت کو ایک ہی مکتب فکر کے نظریہ کے مطابق پڑھنے سے ہمارے بعض بچوں کے ذہنوں میں بھی اسلام کا وہی نظریۂ حکومت بیٹھ گیا جو سرکاری مدارس میں پڑھایا جارہا ہے۔ کافی عرصہ ہوا اس سلسلہ میں قلم اٹھایا تھا اور کتاب ''شیوہ حکومت اسلامی'' کے نام سے لکھی تھی اور اس کے ایک باب میں ڈاکٹر موسیٰ الموسوی کی کتاب ''الشیعہ والتصحیح'' کا جس کا اردو ترجمہ ''ابومسعود آل امام'' نے ''اصلاح الشیعہ'' کے نام سے کیا تھا اور جو پندرہ ہزار کی تعداد میں پاکستان میں مفت تقسیم کی گئی تھی ار جو تقریباً 300 صفحات پر مشتمل تھی کے باب ''امامت وخلافت'' کا ''خلافت قرآن کی نظر میں'' کے عنوان سے جواب بھی دیا تھا لیکن چونکہ یہ کتاب اتنی ضخیم ہوگئی تھی کہ ہم میں اس کو ایک ساتھ چھپوانے کی ہمت نہیں تھی لہذا ہم نے اس میں سے بعض اہم عنوان کم کرکے اور بعض نئے اہم عنوانات کا اضافہ کرکے اسے چار کم ضخامت کی کتابوں میں تقسیم کردیا جو یہ ہیں:۔

۱۔ حکومت الہیہ اور دنیاوی حکومتیں

۲۔ خلافت قرآن کی نظر میں

۳۔ شیوہ حکومت اسلامی

۴۔ سراب آزادی یا غلامی کی پرفریب زنجیریں

اور سلسلہ کلام کو مربوط رکھنے کے لئے ان کتابوں میں بعض باتوں کو مکرر بھی لکھنا پڑا ہے۔

لیکن حکومت اسلامی کے سلسلہ میں چونکہ دوسرا مکتب فکر بڑے زور شور کے ساتھ یہ بیان کرتا ہے کہ

۱۔ رسول اللہ نے اپنے جانشین کا تقرر نہیں کیا تھا

۲۔ مسلم معاشرے نے خود یہ جان لیا تھا کہ اسلام ایک شوروی خلافت کا تقاضا کرتا ہے۔

MAAB 1431
maablib.org

۳۔ اصحاب رسول کا متفق علیہ تصور تھا کہ یہ ایک انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورے اور ان کی آزادانہ رضامندی سے قائم ہونا چاہیے۔

لہذا ہم نے اس کتاب میں یہ تین تنقیحات قائم کر کے حدیث وتفسیر اور تاریخ و سیرت کی مستند کتابوں سے ایک غیر جانبدارانہ تحقیق پیش کی ہے۔

تنقیح نمبر 1: کیا واقعاً رسول اللہ نے اپنے جانشین کا تقرر نہیں کیا تھا؟

تنقیح نمبر 2: کیا واقعاً مسلم معاشرے نے خود یہ جان لیا تھا کہ اسلام ایک شوروی خلافت کا تقاضا کرتا ہے؟۔

تنقیح نمبر 3: کیا واقعاً اصحاب رسول کا متفق علیہ تصور تھا کہ یہ ایک انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورے اور ان کی آزادانہ رضامندی سے قائم ہونا چاہیے؟

اور چونکہ دوسری اور تیسری کو ثابت کرنے کے لئے پیغمبر کے بعد قائم ہونے والی حکومت اور برسر اقتدار آنے والے سربراہان مملکت کے برسر اقتدار آنے کے حالات کا بیان کرنا ناگزیر تھا لہذا اسے ہم نے حدیث وتفسیر اور تاریخ وسیرت کی مستند کتابوں سے بیان کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا ہے کہ اسلامی نظام کیا ہے اور وہ کس طرح قائم ہوتا ہے اور کتاب کے آخری حصہ میں یہ بیان کیا ہے ہندوستان کی تقسیم کا اصل سبب کیا تھا اور پاکستان کا قیام کیوں ہوا اور پاکستان میں کس قسم کا نظام ہونا چاہیے۔

احقر

سید محمد حسین زیدی برتی

MAAB 1431
maablib.org

اسلامی نظام کے نفاذ کی تمنا

جنگ عظیم دوم کے خاتمہ کے بعد جہاں عالم اسلام میں حصول آزادی کی جدوجہد سے استعمار کی جڑیں ہل گئیں وہاں استعمار کے چنگل میں گرفتار مسلمانوں کے دلوں میں احیائے اسلام کی آرزو بھی کروٹیں لینے لگی اور تقریباً بیسویں صدی کے نصف آخر کا آغاز جہاں بہت سے اسلامی ممالک کی آزادی سے ہوا وہاں احیائے اسلام کی تحریکیں بھی سرگرم عمل ہوگئیں۔

چنانچہ آج سارے ہی عالم اسلام میں احیائے اسلام کی ایک لہر آئی ہوئی ہے اور ہر طرف نظام اسلام کے نفاذ کا چرچا ہے بعض ممالک اسلامی میں خود حکومتیں احیاء اسلام کی جدوجہد میں مصروف ہیں اور جن اسلامی ملکوں میں حکومتیں احیائے اسلام کی مخالف ہیں وہاں پر عوامی تحریکیں احیاء اسلام کی جدوجہد میں مصروف ہیں کیونکہ اس بات میں ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ دنیا میں حقیقی امن تبھی قائم ہوگا جب اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم ہوجائے گی اور انسانوں کی غلامی کا خاتمہ بھی صحیح معنوں میں تبھی ہوگا جب انسان اپنے ہی جیسے انسانوں کی غلامی سے نکل کر اللہ کی اطاعت کے دائرے میں داخل ہوجائیگا اور وہ ابدی سکون جس سے آج وہ انسان محروم ہے تبھی حاصل ہوگا جب قوانین خداوندی کا نفاذ ہوگا اور وہ قوانین الٰہیہ جو قوانین خیر وبرکت ہیں نافذ ہوجائیں گے۔

نظام اسلامی وہ آئین خداوندی ہے اور وہ ضابطہ حیات انسانی ہے جسے خالق کائنات نے عالم بشریت کے لئے قیامت تک کے لیے نافذ العمل قرار دے کر نازل کیا ہے کیونکہ جامعہ بشریت کے مصالح کو جتنا خالق بشر احسن طریقہ سے جان سکتا ہے اتنا اور کوئی نہیں جان سکتا۔

maablib.org

تمام اسلامی ممالک میں اسلامی نظام معطل ہے

جیسا کہ ہم نے ابھی عرض کیا ہے کہ تمام اسلامی ممالک میں احیائے اسلام اور نفاذ قانون اسلام کی تحریکیں سرگرم عمل ہیں اور ہر طرف قانون اسلام کے نفاذ کے مطالبے ہورہے ہیں لہذا احیاء اسلام کی یہ تحریکیں ، اور قانون اسلام کے نفاذ کے یہ مطالبے اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ سارے ہی عالم اسلام میں آئین قرآن اور قانون اسلام معطل ہے۔

ان تحریکوں سے اس بات کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلم عوام کے دلوں میں یہ تمنا بڑی شدت کے ساتھ کروٹیں لے رہی ہے کہ ان کے ملک میں وہ مثالی سٹیٹ وجود میں آجائے جسے مدینہ کی اس حکومت الٰہیہ کا صحیح وارث کہا جاسکے ، جو سرور کونین فخر دو عالم محمد مصطفیٰ ؐ نے قائم کی تھی ۔ اور ان کے ملک میں صحیح معنوں میں خدا کے بنائے ہوئے قوانین کا نفاذ ہوجائے۔

لیکن یہ بات آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتی ہے کہ کوئی بھی قانون ساز ادارہ خواہ وہ کتنا ہی اعلیٰ ترین ہے اور خواہ وہ کتنا ہی بہترین سے بہترین قانون کیوں نہ بنادے اگر وہ قانون ساز ادارہ اس کے نفاذ کا انتظام نہیں کرتا اور اس قانون کو نافذ کرنے کے لئے کسی ہیئت حاکمہ اور ہیئت مقتدرہ یعنی قوت نافذہ کا بندوبست نہیں کرتا تو وہ قانون بالکل بے کار ہوکر رہ جاتا ہے کیونکہ کوئی قانون خود بخود نافذ نہیں ہوسکتا جب تک کہ کوئی اس کا نافذ کرنے والا نہ ہو۔

لہذا کسی قوت نافذہ کا انتظام نہ کرنا اس قانون سازی کے فعل کو عبث اور فضول بنا کر رکھ دے گا اور خداوند تعالیٰ کی ذات اس بات سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ کوئی فعل عبث سرانجام دے۔

لیکن اگر وہ آئین جو ہیئت حاکمہ اور قوت نافذہ کی تشکیل کرتا تھا معطل ہوکر رہ

maablib.org

جائے تو اس صورت میں نہ تو اس قانون ساز ادارہ پر کوئی حرف آتا ہے اور نہ ہی اس قانون سازی کو فعل عبث قرار دیا جاسکتا ہے۔

لہذا ہمیں ماننا پڑے گا کہ جس طرح آج قانون اسلام معطل ہے اسی طرح ہیئت حاکمہ کو تشکیل دینے والا آئین بھی معطل ہے۔

ہیئت حاکمہ کو تشکیل دینے والا یہ آئین کب معطل ہوا؟ اس پر ہم بحث نہیں کریں گے البتہ جو بات ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ تمام مسلم ممالک میں آج کسی غیر مسلم کی حکومت نہیں ہے بلکہ سب اسلامی ممالک کے حکمران مسلمان ہی ہیں اس سے ثابت ہوا کہ یہ بات عین ممکن ہے کہ حکمران تو مسلمان ہی ہوں لیکن حکومت اسلامی نہ ہو۔

کیا قانون شریعت کے نفاذ سے حکومت اسلامی کہلاسکتی ہے؟

تاریخ کا کوئی بھی طالب علم اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ معاویہ کے برسر اقتدار آنے کے بعد سے لے کر ۱۹۲۴ء میں عبدالمجید خلیفہ ترکی کی معزولی تک تمام مسلم ممالک میں قانون شریعت ہی نافذ تھا جبکہ یہ سب کے سب حکمران بادشاہ کہلاتے تھے اور فی الحقیقت بادشاہ تھے جبکہ بالاتفاق کہا یہی جاتا ہے کہ اسلام میں بادشاہت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کے نزدیک بھی جنہوں نے خود سے اسلامی حکومت کا اپنا ایک خاص تصور قائم کیا ہے یہ حکومتیں اسلامی نہیں تھیں۔

مولانا مودودی نے اپنی کتاب خلافت وملوکیت میں ص 83 پر حکومت اسلامی کا جو تصور پیش کیا ہے وہ یہ ہے۔

''اگرچہ آنحضرت نے اپنی جانشینی کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ لیکن

maablib.org

مسلم معاشرے کے لوگوں نے خود یہ جان لیا کہ اسلام ایک شوروی خلافت کا تقاضا کرتا ہے''

اس اصول کی رو سے وہ خلفائے راشدین کے بعد کسی بھی حکومت کو، اسلامی حکومت قرار نہیں دیتے بلکہ وہ اس کو ملوکیت کہتے ہیں اور مسلمہ طور پر ملوکیت اسلام کے خلاف ہے۔

یہاں پر یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ جس وقت مملکت اسلامیہ میں ملوکیت کا اجراء ہوا اس وقت ہزاروں کی تعداد میں صحابہ کرام موجود تھے انہوں نے خلافت کو ملوکیت میں بدلتے ہوئے دیکھ کر کوئی مخالفت نہیں اور اسے نہ صرف آسانی کے ساتھ قبول کر لیا بلکہ ان صحابہ کرام نے ان بادشاہوں کی بیعت بھی کی تھی۔

اس سے اس مرحلہ پر کم از کم یہ بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ اگر حکومت اسلامی کسی انقلاب کے ذریعہ غیر اسلامی حکومت میں بدل جائے تو صحابہ کرام نہ صرف ان کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ اس کی ہاں میں ہاں ملا کر اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور تاریخ کا ایک ایسا باب ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جس کو خود مولانا مودودی صاحب نے بھی اپنی کتاب خلافت و ملوکیت کے صفحہ 158 پر بالفاظ واضح تسلیم کرتے ہوئے یوں فرمایا ہے

''ملوکیت کا آغاز اسی قاعدے کی تبدیلی سے ہوا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلاف اس نوعیت کی خلافت نہ تھی کہ مسلمانوں کے بنانے سے وہ خلیفہ بنے ہوں اور اگر مسلمان ایسا کرنے پر راضی نہ ہوتے تو وہ نہ بنتے وہ بہر حال خلیفہ ہونا چاہتے تھے انہوں لڑ کر خلافت حاصل کی مسلمانوں کے راضی ہونے پر ان کی خلافت کا انحصار نہ تھا لوگوں نے ان کو خلیفہ نہیں بنایا وہ خود اپنے زور سے خلیفہ بنے اور جب وہ خلیفہ بن گئے تو لوگوں کے لیے بیعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اس وقت اگر ان کی بیعت نہ کی جاتی تو اس کا نتیجہ یہ نہ ہوتا کہ وہ اپنے حاصل کردہ منصب سے ہٹ جاتے بلکہ اس کے معنی خون ریزی و بد نظمی کے تھے جسے امن اور نظم پر ترجیح نہیں دی جا سکتی تھی اس لیے امام حسن رضی اللہ عنہ کی دست

برداری (ربیع الاول ۴۱ھ) کے بعد تمام صحابہؓ و تابعین اور صلحائے امت نے ان کی بیعت پر اتفاق کیا اور اس کو عام الجماعت اس بنا پر قرار دیا کہ کم از کم باہمی خانہ جنگی تو ختم ہوئی''۔ خلافت وملوکیت ص 158

اس کے بعد صفحہ ۱۶۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

''یہاں یہ بحث غیر متعلق ہے کہ مسلمانوں کی آزادانہ مشاورت کے بغیر جو خلافت یا امارت بزور قائم ہوگئی تھی وہ آئینی طور پر منعقد ہو جاتی ہے یا نہیں اصل سوال منعقد ہونے یا نہ ہونے کا نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ اسلام میں نصب خلاف کا صحیح طریقہ آیا وہ ہے جس سے خلفائے راشدین خلیفہ ہوئے یا وہ جس سے حضرت معاویہ اور ان کے بعد کے لوگ خلیفہ بنے'' خلافت وملوکیت ص 160

مولانا مودودی کے پیش کردہ تصور کے مطابق جو بات ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ اگر نصب خلافت صحیح طریقہ سے ہو تو اس صورت میں تو وہ حکومت اسلامی حکومت ہے اور اگر صحیح طریقہ سے نصب خلیفہ نہ ہو تو وہ حکومت اسلامی حکومت نہیں کہلا سکتی خواہ وہ اپنی حدود مملکت میں قانون شریعت ہی نافذ کیوں نہ کرتا ہوں۔

چنانچہ مولانا مودودی صاحب اس حقیقت کو بھی قانون شریعت نافذ کرنے سے کوئی حکومت اسلامی نہیں بن جاتی ایک دوسرے مقام پر اردو ڈائجسٹ جلد ۶ شمارہ ۷ مئی ۱۹۶۶ء میں اپنے عنوان ''وہ اقتدار سے کیوں ٹکرائے'' کے تحت صفحہ ۲۷ پر یزید کے زمانہ کے تغیر کا حوالہ دیتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں:

''وہ تغیر کیا تھا؟ ظاہر ہے کہ لوگوں نے اپنا دین نہیں بدل دیا تھا، حکمران سمیت سب لوگ خدا اور رسول اور قرآن کو اسی طرح مان رہے تھے جس طرح پہلے مانتے تھے مملکت کا قانون بھی نہیں بدلا تھا، عدالتوں میں قرآن اور سنت کے مطابق تمام معاملات کے فیصلہ بنی امیہ کی حکومت میں بھی ہو رہے تھے بلکہ قانون میں تغیر تو انیسویں صدی عیسوی سے

MAAB 1431
maablib.org

پہلے دنیا کی مسلم حکومتوں میں کسی دور میں بھی نہیں ہوا''۔

اردو ڈائجسٹ جلد ۶ شمارہ ۷ مئی ۱۹۶۶ء ص ۲۷

اس سارے بیان کا نتیجہ یہ نکلا کہ محض قانون شریعت کے نافذ کر دینے سے کوئی حکومت اسلامی حکومت نہیں کہلا سکتی بلکہ مملکت اسلامیہ کے سربراہ کے صحیح ہونے سے ہی صحیح معنوں میں حکومت اسلامی کا قیام عمل میں آتا ہے بصورت دیگر اسے مسلمانوں کی حکومت تو کہا جاسکتا ہے اس کو کسی بھی طرح حکومت اسلامی نہیں کہہ سکتے۔

آئے سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ اسلامی نکتہ نظر سے حاکم حقیقی کون ہے؟ کیوں ہے اور وہ کیسے حکومت کرتا ہے۔

حاکم حقیقی کون ہے؟

اس بات میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے کہ حاکم حقیقی صرف اور صرف خداوند تعالیٰ کی ذات ہے اور ساری کائنات پر اسی کی حکومت ہے۔

مولانا مودودی صاحب کے قول کے مطابق:

''اس کائنات میں حاکمیت ایک اللہ کے سوا نہ کسی کی ہے، نہ ہو سکتی ہے اور نہ کسی کا یہ حق ہے کہ حاکمیت میں اس کا کوئی حصہ ہو۔ خلافت وملوکیت ص ۱۷

قرآن نے واضح طور پر کہا ہے کہ اس کی حکومت اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے:

نمبر 1: ''ولم یکن له شریک فی الملک'' (الفرقان ۔۲)

''اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے''۔

نمبر 2: "مالهم من دونه ولی ولا یشرک فی حکمه احدا" (الکھف ۔۲۶)

''بندوں کے لئے اس کے سوا کوئی ولی وسرپرست نہیں ہے اور وہ اپنے حکم میں

کسی کو شریک نہیں کرتا"۔

نمبر3: " له الحمد في الاولى والاخرة وله الحكم واليه ترجعون"
(القصص ۔۷۰)

"دنیا وآخرت میں ساری تعریف اسی کے لئے اور حکم کا اختیار اسی کو ہے اور اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو"

نمبر4: "ان الحكم الا الله" (الانعام۵۷)

"حکم اور فرمان جاری کرنا صرف خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

نمبر5: "له الملک وله الحمد و هو على كل شيء قدير"(التغابن ۔۱)

"سلطنت اسی کی ہے اور ہر طرح کی تعریف اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر پوری پوری قدرت رکھنے والا ہے۔"

نمبر6: "والله ملک السمٰوٰت والارض والی الله المصير "(النور۔۴۲)

"آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے اور اللہ کی طرف بازگشت ہے"

نمبر7: "فتعلى الله الملک الحق لا اله الا هو رب العرش الكريم"
(المومنون ۔۱۱٦)

"خداوند تعالٰی ہی بادشاہ برحق ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے وہی بزرگ عرش کا مالک ہے۔

نمبر8: "قل ان الامر كله الله" (آل عمران ۔۱۵۴)

"کہہ دیجئے کہ سارے کا سارا اختیار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے"

نمبر9: "ان الحكم الا الله امرا لا تعبدوا الا اياه ، ذالک الدين قيم ولكن اكثر الناس لا يعلمون " (یوسف ۔۴۰)

"حکم اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے اسی لئے اس نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اس کے

MAAB 1431 maablib.org

سوا کسی کی بندگی نہ کرو یہی صحیح دین ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

دراصل ان آیات کا حوالہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ مسلمانوں کے کسی بھی مکتب فکر کے کسی بھی فرد کے نزدیک اس بارے میں ذرا سا بھی اختلاف نہیں ہے کہ ساری کائنات کا بادشاہ حقیقی صرف اور صرف اللہ ہے وہی حاکم حقیقی ہے اس کی سارے جہان پر حکومت ہے اور اس کی حکومت میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے اور اس مطلب پر قرآن کریم کی بیشار آیات گواہ ہیں۔

البتہ غور طلب بات یہ ہے کہ خدا کی حکومت کیوں ہے؟

خدا کی حکومت کیوں ہے؟

یہ جان لینے کے بعد کہ خدا ہی ساری کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم وفرمانروا اور بادشاہ ہے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا ہی ساری کائنات کا حاکم وفرمانروا اور بادشاہ کیوں ہے۔

جب ہم قرآن کریم کی آیات میں غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے ساری کائنات کا حاکم ،فرمانروا اور بادشاہ ہونے کے دو اسباب بیان فرمائے ہیں: اول یہ کہ وہ ساری کائنات کا خالق ہے، لہذا وہی ساری کائنات کا مالک ومختار ہے، اور وہی اپنی مخلوق پر حکومت کرنے اور ان کے ادارہ کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

دوسرے: یہ کہ چونکہ وہی ساری کائنات کو ادارہ کرتا ہے لہذا اس نے ساری کائنات کو ہدایت کرنے کا کام بھی اپنے ہی ذمہ رکھا ہے اور اس بناء پر ساری کائنات پر حکومت کرنے کا صرف اسی کو حق حاصل ہے۔

maablib.org

چونکہ وہ خالق ہے لہذا وہی مالک ومختار اور حاکم وفرمانروا ہے

قرآن کریم میں اس حقیقت کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے فرماتا ہے:

" ان ربکم الذی خلق السموٰت والارض فی ستته ایام ثم استوی علی العرش یغشی اللیل النهار یطلبه حثیثاً والشمس والقمر والنجوم مسخرٰت بامره الاله الخلق والامر تبارک الله رب العالمین "

(اعراف۔۵۴)

"بیشک تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دنوں (ادوار) میں پیدا کیا پھر (عرش پر) اس کا حکم جاری ہوگیا۔ وہ رات کو دن سے ڈھانپ دیتا ہے جو تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے۔ اور اسی نے سورج چاند اور ستاروں کو اس شان سے پیدا کیا کہ وہ سب کے سب اس کے تابع فرمان ہیں، آگاہ رہو کہ خلق کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے اللہ کل عالموں کا پیدا کرنے والا برکتوں والا ہے"۔

اس آیت میں "اللہ" خداوند تعالیٰ کا اسم ذات ہے اور ربکم اس کی صفت کی طرف اشارہ ہے کہ ساری کائنات کا ادارہ کرنے والا وہی ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو خلق کیا ہے۔ اور چونکہ ساری کائنات کا وہی خالق ہے لہذا ساری کائنات کا وہی مالک ہے اور اپنی مخلوق کو ادارہ کرنے، اس پر حکومت کرنے کا حق اور اختیار بھی اسی کو حاصل ہے لہذا کائنات کی خلقت کا بیان کرنے کے بعد اپنی حکومت کے ثبوت میں کہتا ہے "ثم استویٰ علیٰ العرش" پھر اس کے اقتدار کا سکہ کائنات میں جاری ہوگیا اور ساری کائنات پر اس کا حکم چلنے لگا۔

اب یہ حکم کس طرح، ساتھ ہی کہتا ہے" **یغشی اللیل النهار یطلبه حثیثا** .

MAAB 1431
maablib.org

والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ''وہ رات کودن سے ڈھانپ لیتا ہے جوتیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج چانداور ستارے اس کے تابع فرمان ہیں اور اس کے حکم کے مطابق گردش کررہے ہیں۔

''خلق السمٰوٰت والارض ''کے ذریعہ یہ بتایا کہ ساری کائنات اسی کی خلق کردہ ہے اور وہی اس کا مالک ومختار ہے اور عرش حکومت سے اپنے حکم کے جاری ہونے کو بیان کرکے سورج، چانداور ستاروں کی گردش کی مثال دے کر اپنے حکم اور فرمان کے نافذ ہونے کو بیان کیا ہے پھر نتیجہ نکالتے ہوئے کہتا ہے:

''الا لہ الخلق والامر ''آگاہ ہوجاؤ کہ خلق کرنا بھی اسی کا کام ہے اور پنی مخلوق پر حکومت کرنا بھی اسی کا کام ہے اور پھر آخر میں اپنے اسم ذات اللہ کے ساتھ رب العالمین کا ذکر کرکے واضح کردیا کہ ساری کائنات کا ادارہ کرنا اور اس پر حکم چلانا میری ربوبیت سے متعلق ہے ''فتبارک اللہ رب العالمین ''

چونکہ وہ ہادی ہے لہذا وہی واجب الاتباع ہے

دوسرا سبب جس کی وجہ سے خدا نے ساری کائنات پر حکومت کرنے کا حق جتلایا ہے یہ ہے کہ وہ ساری کائنات کا ہادی ہے ۔اگر چہ یہ بھی اس کی ربوبیت ہی کی ایک شاخ ہے لیکن وہ اس کو علیحدہ طور پر یوں بیان کرتا ہے۔

" ان علینا للهدی و انا لنا للاخرہ والاولیٰ" اللیل ۱۲

''ساری کائنات کوہدایت کرنا ہمارے ہی ذمہ ہے اور چونکہ ہادی صرف ہم ہی ہیں لہذا ساری کائنات کوراہ راست پر چلانے اور اس پر فرمانروائی کا حق بھی ہمیں ہی حاصل ہے''۔

اسی لئے قرآن کہتا ہے

MAAB 1431
maablib.org

" ومن یھدی اللہ فھو المھتدی "   بنی اسرائیل 97

''جسے خدا ہدایت کرے صرف وہی ہدایت پاتا ہے''۔

" قل ان ھدی اللہ ھو الھدی و امرنا نسلم برب العالمین ''

(الانعام۔71)

''کہہ دیجئے کہ صرف خدا کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم عالمین کے پروردگار کا حکم مانیں اسی کی اطاعت کریں اور اسی کے آگے سر تسلیم خم کریں''۔

یہ جملہ حقیت میں خدا کے سوا ہر کسی کی اطاعت کی نفی پر ایک دلیل ہے ۔یعنی صرف ایسی ذات کے سامنے ہی سر تسلیم خم کرنا چاہیے اور صرف ایسی ذات ہی کی اطاعت کرنی چاہیے جو خالق و مالک ہے، عالم ہستی کا مدبر و مدیر ہے اور ساری کائنات کا ہادی ہے۔

ایک اور مقام پر ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر فرماتا ہے۔

" افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدیٰ ، فمالکم کیف تحکمون "   (یونس۔30)

''آیا وہ ذات جو حق کی طرف ہدایت کرتی ہے زیادہ حقدار ہے اس بات کی کہ اس کی اتباع کی جائے یا وہ جس کو خود راستہ نہیں ملتا۔جب تک کوئی اور اس کو راستہ نہ بتلائے تمھیں کیا ہو گیا ہے، تم یہ کیسے فیصلے کرتے ہو''۔

یہ آیت واضح طور پر اتباع، پیروی اور اطاعت کو صرف ہادی کے اندر منحصر کر رہی ہے یعنی ہادی کے علاوہ اور کسی کی پیروی اور اطاعت جائز نہیں ہے اور ہادی کے علاوہ کسی اور کی پیروی اور اطاعت کرنے کے عقیدہ پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرماتا ہے" فمالکم کیف تحکمون ''تمھیں کیا ہو گیا ہے۔تم یہ کیسے فیصلے کر رہے ہو''۔

maablib.org

خدا کس طرح حکومت کرتا ہے

اب جبکہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ ساری کائنات پر خدا ہی کی حکومت ہے اور اس کے علاوہ کائنات پر حکم چلانے میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے تو آیئے اب ہم یہ دیکھتے کہ اس کا حکم کس طرح چلتا ہے ۔ جب ہم قرآن کرم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حکومت دو طرح کی ہوتی ہے ۔

نمبر 1: حکومت تکوینی

نمبر 2: حکومت تشریعی

اب ہم ان دونوں کی مختصر الفاظ میں وضاحت کرتے ہیں

نمبر 1: حکومت تکوینی

حکومت تکوینی کے بارے میں قرآن یہ کہتا ہے:

" وله اسلم من فی السمٰوٰت و الارض طوعاً و کرھاً "(آل عمران۔۸۳)

''آسمانوں کے رہنے والے اور زمین پر بسنے والے سب کے سب چارو ناچار اسی کے تابع فرمان ہیں اور اسی کے مطیع و منقاد ہیں''

یہ خدا کی تکوینی حکومت ہے جس سے اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی سر مو اختلاف و انحراف نہیں کرسکتا ، انکا وجود کو قبول کرنا ، ان کی نشو ونما اور جب آخری وقت آئیگا تو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ، سب اس کی تکوینی حکومت کی نشانیاں ہیں اور ان میں سے کسی کا بھی اس کی اطاعت سے روگردانی نہ کرسکنا اس کی تکوینی حکومت ہے ۔

نمبر 2: حکومت تشریعی

حکومت تشریعی کے بارے میں قرآن یوں کہتا ہے ۔

maablib.org

" یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون "   (اعراف ۔۳۵)

''اے اولاد آدم میری طرف سے تمہارے پاس تمہیں میں سے میرے بھیجے ہوئے رسول آئیں گےاور وہ میری آیات اور میرے احکام تم سے بیان کریں گے پس تم میں سے جوکوئی میرے حکم کی خلاف ورزی کرنے سے گریز کرے گااور میرا حکم مانتا رہے گا اسے نہ تو کوئی خوف ہوگااور نہ ہی کوئی حزن وملال''۔

اس آیت سے کئی باتوں کا انکشاف ہوا۔

نمبر1: خدا کا یہ حکم بندوں پر اس کے رسولوں کے ذریعے پہنچایا جائے گااور انہیں کے ذریعے نافذ ہوگا۔

نمبر2: خدا کے بندے خدا کا یہ حکم آزادی ارادہ واختیار کے ساتھ تسلیم کرکے اس کی اطاعت کریں گےاور آزادی ارادہ واختیار کے ساتھ اس کی اطاعت کرنے کی وجہ سے وہ جزاوسزا کے حقدار ہوں ے۔

نمبر3: یہ اطاعت خود انسان کے اپنے فائدے کے لئے ہے، اور اس کی اطاعت نہ کرنے سے خود اسی کا نقصان ہے۔

حکومت واطاعت تکوینی وتشریعی میں تقسیم کی طرح ہی ہدایت کوبھی دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ ہدایت تکوینی

۲۔ ہدایت تشریعی

اب ہم ان دونوں کی مختصر الفاظ میں وضاحت کرتے ہیں

maablib.org

نمبر 1: ہدایت تکوینی

خداوند تعالیٰ نے انسان کو امتحان و آزمائش اور تکامل و ارتکا کے لئے پیدا کیا ہے فضول اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا جیسا کہ فرماتا ہے۔

" افحسبتم انما خلقنا کم عبثاً وانکم الینا لا ترجعون "

(المومنون ۔110)

''کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم نے تم کو فضول اور بے فائدہ پیدا کیا ہے، اور تم ہماری حضور میں پلٹ کر نہ آؤ گے۔

چونکہ خداوند تعالیٰ نے انسان کو امتحان و آزمائش اور تکامل و ارتقا کے لئے پیدا کیا ہے لہذا اس نے اس مقصد کے حصول کے لئے اس کے مقدمات اس کے وجود میں پیدا کر دیئے ہیں اور اسے ضروری قوتیں، صلاحتیں اور استعدادیں عطا کر کے پیدا کیا ہے قرآن کہتا ہے:

" الذی خلق فسویٰ والذی قدر فھدیٰ" (الاعلیٰ 2-3)

''وہی تو ہے کہ جس نے خلق فرمایا اور پھر اس کو درست کیا اور اسی نے اندازہ گیری کی اور اس کے بعد اسے ہدایت کی''

یعنی اسے ضروری قوتوں، صلاحیتوں، اور استعدادوں کے ساتھ پیدا کیا ایک اور آیت میں کہتا ہے۔

" قال ربنا الذی اعطا کل شئی خلقه ثم ھدیٰ" (طہ۔50)

''(موسیٰ نے) کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کی خلقت عطا کی اور پھر اس کو ہدایت فرمائی''۔

اس ہدایت میں نہ صرف انسان بلکہ جمادات، نباتات اور حیوانات بھی شامل

MAAB 1431
maablib.org

ہیں ۔نباتات اپنی نشو ونما کے لئے جانتے ہیں کہ انہیں کس طرف بڑھنا ہے حیوانات کو معلوم ہوتا ہے کہ کون ایذا دینے والا ہے اور کون ایذا دینے والا نہیں ہے جیسا کہ ایک چوپائی سے ڈرتا ہے لیکن بکری سے نہیں ڈرتا ،شہد کی مکھی کا شش پہلو چھتہ بنانا اور پرندے کا حیرت انگیز طور پر گھونسلا بنانا اسی ہدایت تکوینی کا اظہار ہے ۔

نمبر 2: ہدایت تشریعی

اطاعت تشریعی کی طرح ہی اس نے ہدایت تشریعی کے لئے اور انسان کو راستہ دکھانے کے لئے واضح قوانین اور تعلیمات کے ساتھ آسمانی رہبر اور انبیائے بزرگ کو مبعوث فرمایا اور ان کے وسیلے اور ذریعہ سے ہدایت تشریعی فرمائی اور یہ دونوں شعبہ ہائے عمومی پہلو رکھتے ہیں اور تمام انسانوں کے لئے ہیں ۔چنانچہ قرآن کہتا ہے

" ان ھدیناہ السبیل اماشاکرا و اما کفورا" (ھل اتی ۔1)

''ہم نے اس کو راستہ کی طرف ہدایت و رہنمائی کردی ہے اب چاہے وہ ہدایت کی پیروی کر کے شکر گزار بن جائے یا گمراہی اختیار کر کے کفران نعمت کرے''

قرآن نے اس آیت میں ہدایت کو بھی اطاعت تشریعی کی طرح ہی آزادی و اختیار کے ساتھ وابستہ کیا ہے یعنی انسان پر نہ تو اطاعت کے لئے جبر ہے اور نہ ہی راہ راست پر چلانے کے لئے زبردستی یہ ہدایت تشریعی ہے ۔

خدا کا ملک

جب ہم دنیا کے نقشہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ مصنوعی لکیروں میں گھرے ہوئے علاقے ملکوں کے نام سے متعارف کرائے گئے ہیں ۔

یہ جغرافیائی لکیروں میں گھرے ہوئے علاقے سکڑتے ، پھیلتے ، بنتے ،بگڑتے

MAAB 1431
maablib.org

نابود ہوتے اور نئے پیدا ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔لہذا جب ہم ''ملک'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو عام آدمی کے ذہن میں فوراً کرہ ارض پر کھچی ہوئی ان لکیروں کا تصور گھوم جاتا ہے لیکن قرآن ،اسلام یا خدا کے نزدیک یہ مصنوعی جغرافیائی لکیروں میں گھرے ہوئے علاقے کوئی ملک نہیں ہیں ۔

خدا اپنا ملک کسے کہتا ہے؟ آیئے قرآن میں دیکھتے ہیں کہ خدا کے نزدیک اس کا ملک کون سا ہے ۔قرآن کہتا ہے:

نمبر1: ''الم تعلم ان اللہ لہ ملک السمٰوٰت والارض و مالک من دون اللہ من ولی ولا نصیر'' (البقرہ۔107)

''کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کا ملک ،سلطنت اور بادشاہی خدا ہی کے لئے ہے اور اللہ کے سوا نہ تو تمہارا کوئی سرپرست ونگران وحاکم ہے اور نہ ہی اس کے سوا تمہارا کوئی مددگار ہے ۔

نمبر2: ''الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض ولم یکن لہ شریک فی الملک ۔ وخلق کل شئی فقدرہ تقدیر'' (الفرقان ۔۲)

''وہی تو ہے جس کے لئے آسمانوں اور زمین کا ملک ،سلطنت اور بادشاہی ہے اور اس کی سلطنت ،بادشاہی اور ملک میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے اور اسی نے ہر چیز کو خلق فرمایا ہے اور ان کا صحیح صحیح اندازہ کیا ہے ۔

نمبر3:''لہ ملک السمٰوٰت والارض والیٰ اللہ ترجع الامور'' (الحدید۔5)

''آسمانوں اور زمین کا ملک ،بادشاہی اور سلطنت اسی کی ہے اور تمام امور کی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہے''۔

استدلال کے لئے اتنی آیات ہی کافی ہیں ۔خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں کہیں بھی کرۂ ارض پر بنی ہوئی بنی نوع انسان کی طاقت ،قوت ،دھونس ،دھاندلی ،جبر اور

maablib.org

زبردستی یا دیگرعوامل کے ذریعے کھینچی ہوئی مصنوعی لکیروں کو اپنا ملک نہیں کہا بلکہ ساری کائنات پر اس کی حکمراہی ہی اس کا ملک ہے آسمانوں اور زمین میں ہر چیز پر اس کی پوری پوری قدرت ہی اس کا ملک ہے اور آسمانوں زمین پر اس کی حکمرانی کا نام ہی اس کا ملک ہے اور اس کے اس ملک میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے اس نے اپنے اس ملک میں نہ تو کسی کو حصہ دار بنایا ہے اور نہ ہی کسی کو شریک گردانا ہے۔

آج انسانوں نے اپنے گمان میں زمین پر مصنوعی لکیریں کھینچ کر ان کا نام ملک رکھ لیا ہے اور اپنے اقتدار کا سکہ چلانے کے لئے طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں لیکن ایک دن ایسا آئے گا جب کہ قرآن کے الفاظ میں یہ سوال کیا جائیگا:

" لمن الملک الیوم . للہ الواحد القھار " (المومن۔۱۶)

''آج سلطنت اور ملک کس کا ہے (جواب دیا جائیگا) خدائے یکتا و قہار کے لئے''

اگر چہ آج بھی سلطنت وحکومت ساری کائنات پر خدا ہی کی ہے لیکن اس دن آنکھوں کے آگے سے پردے ہٹے ہوں گے اور ملکوں کی یہ مصنوعی لکیریں مٹی ہوئی ہوں گی اور اس کی حکومت وسلطنت حق الیقین کی صورت میں آنکھوں کے سامنے ہوگی۔

خدائی اقتدار کے نمائندے

خدا کے اس ملک میں خدا ہی بلاشرکت غیرے مالک الملک ہے لہذا وہی جسے چاہتا ہے دنیا میں اپنے اقتدار کا نمائندہ بنا کر بھیجتا ہے اور وہی اپنے ملک میں سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

" ام لھم نصیب من الملک فاذا لا یاتون الناس نقیرا . اھم یحسدون الناس علی ما اٰتھم اللہ من فضلہ فقد اتینا آل ابراھیم الکتب و الحکمة واتینا ھم ملکا عظیما" (النساء۔53-54)

maablib.org

''کیا ہماری سلطنت، ملک اور بادشاہی میں ان (یہودیوں) کا بھی کچھ حصہ ہے
(اگر ان کا بھی کچھ حصہ ہوتا) تو پھر تو وہ (الناس) لوگوں کو تل برابر بھی نہ دیتے''۔
کیا وہ (الناس) لوگوں پر اس بات کا حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے کچھ دیا ہے۔
بیشک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب وحکمت عطا فرمائی اور ان کو ملک عظیم بخشا ہے''

اس آیت میں ''لھم'' کی ضمیر بنی اسرائیل کی طرف لوٹتی ہے۔جن کا اس آیت سے پہلے ذکر آیا ہے اور یہ آیت پیغمبر گرامی اسلام پر یہود کے حسد کو بیان کر رہی ہے وہ یہود جو یہ خیال کرتے تھے کہ جو بھی نبی آئیگا وہ بنی اسرائیل میں سے ہی آئیگا۔لیکن جب بنی اسرائیل کی بجائے اولاد اسمٰعیل کو یہ نبوت ورسالت اور ملک وسلطنت عطا کردی گئی تو یہود حسد کے مارے جل بھن کر رہ گئے لہذا سورہ النساء کی اس سے پہلی آیات میں یہودیوں کے بارے میں ذکر کرنے کے بعد کہتا ہے۔

کیا ہماری سلطنت اور بادشاہی میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے (اگر ہماری سلطنت اور بادشاہی میں ان کا بھی کچھ حصہ ہوتا) تو پھر تو وہ (الناس) یعنی اولاد اسمٰعیل میں سے (محمدؐ) کو تل برابر بھی نہ دیتے کیا وہ الناس یعنی محمدؐ پر اس بات کا حسد کتے ہیں کہ ہم نے اپنے فضل سے ان کو کچھ دیا ہے۔

بیشک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب وحکمت یعنی علم ودانش یا نبوت وامامت عطا کی ہے اور یہ کتاب وحکمت، علم ودانش، اور نبوت وامامت ہی وہ ملک عظیم ہے جو محمدؐ کو مل جانے کی وجہ سے بنی اسرائیل ان پر حسد کرتے ہیں اگر ان کے اختیار میں کچھ ہوتا تو وہ ہرگز بھی نبوت کو بنی اسرائیل سے نہ نکلنے دیتے اور اس ملک عظیم کو اولاد اسمٰعیل میں محمد کی طرف نہ جانے دیتے۔

اور خداوند تعالیٰ اسی چیز کا اپنے پیغمبر سے اعلان کروا رہا ہے:

MAAB 1431
maablib.org

"قل اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تزل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شئی قدیر " (آل عمران ۔۲٦)

''کہہ دیجیے اے اللہ تو ہی مالک الملک ہے تو ہی بادشاہ ہے تو ہی سطلنت کا مالک ومختار ہے تو جس کو چاہتا ہے ملک عطافرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے جسے چاہتا ہے عزت عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے سارے کا سارا اختیار تیرے ہی قبضہ ٔ قدرت میں ہے اور بیشک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے''۔

یہ ملک وسلطنت، یا نبوت و رسالت وامامت یا اپنے اقتدار کی نمائندگی خدا نے جن سے چھین لی ہے وہ یقینی طور پر بنی اسرائیل ہیں اور جن کو یہ نبوت و رسالت وامامت یا اپنے اقتدار کی نمائندگی عطا کی ہے وہ یقینی طور پر آل ابراہیم میں سے اولاد اسمٰعیل کی افضل ترین ہستی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور جن کو یہ عزت بخشی گئی ہے وہ محمد مصطفےٰؐ ہیں اور جن کو ذلیل کیا گیا ہے وہ بنی اسرائیل ہیں یعنی بنی اسرائیل سے نبوت و رسالت وامامت نکل کر بنی اسمٰعیل میں آگئی ہے۔

لیکن جن لوگوں نے کرۂ ارض پر بنی نوع انسان کی طاقت وقوت، زور وزبردستی، دھونس اور دھاندلی یا دیگر عوامل کے ذریعہ کھچی ہوئی مصنوعی لکیروں میں گھرے ہوئے علاقوں کو ملک سمجھ لیا ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ گھٹتے، بڑھتے، سکڑتے، پھیلتے، بنتے بگڑتے، نابود ہوتے اور نئے پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کے نزدیک ''توتی الملک'' کا مفہوم انہیں مصنوعی لکیروں میں گھرے ہوئے علاقوں پر اقتدار کا حصول ہے۔

یعنی جو بھی غنڈہ اور بدمعاش، چور اور اچکا، لٹیرا اور ٹھگ، ظالم و جابر، جاہل واحق ،طاقت وقوت، زور وزبردستی، یا سرمائے کے بل بوتے پر کرسی اقتدار پر پہنچ جائے تو گویا خدا نے اسے یہ ملک عطا کردیا ہے اور خدا نے اسے یہ عزت بخشی ہے۔

MAAB 1431
maablib.org

لیکن اگر کوئی عالم و فاضل، زاہد ومتقی ،شریف و دیندار، اپنی مفلسی و نا داری اور شرافت و دینداری کے سبب سے کرسی اقتدار تک نہ پہنچ سکے تو گویا خدا نے اسے ذلیل کر دیا ہے، اور ملک اس سے چھین لیا ہے۔

بہر حال اس آیت میں یہودیوں سے خطاب ہے کہ ان کا ملک میں کوئی حصہ نہیں ہے لہذا وہ کسی کو دینے یا نہ دینے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔

ایسی ہی ایک آیت میں کفار قریش کے بارے میں بھی ہے جب پیغمبر ختمی مرتبتؐ مبعوث برسالت ہوئے تو کفار قریش نے جو کچھ کہا اسے قرآن یوں بیان کرتا ہے۔

" و قالوا لولا نزل هذا القران على رجل من القريتين عظيم . اهم يقسمون رحمة ربک " (الزخرف ۔۳۱۔۳۲)

''اوران کفار نے یہ کہ کہا کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا کیا وہ تمہارے پروردگار کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں.......؟

اس آیت میں دونوں بستیوں سے مراد مکہ اور طائف ہیں اور رجل عظیم سے مراد صاحب مال اور مرتبہ والے لوگ ہیں جیسے مکہ میں ولید بن مغیرہ اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی تھے۔

کفار قریش کی اس کو قرآن نے دوسرے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:

" او ننزل عليه الذكر من بيننا . بل هم في شک من ذكرى ، بل لما يذوقوا عذاب ، ام عندهم خزائن رحمة ربک العزيز الوهاب ، ام لهم ملک السموٰت والارض و ما بينهما فليرتقووا في الاسباب "

ص 8 تا 10

''(کفار قریش کہتے ہیں) کیا ہم میں سے اسی کے اوپر قرآن نازل کیا گیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ وہ میرے ذکر سے ہی شک میں پڑے ہوئے ہیں (بلکہ یوں سمجھو کہ ابھی

MAAB 1431
maablib.org

تک)انہوں نے عذاب کا مزہ چکھا ہی نہیں ہے کیا تمہارے غالب زبردست اور عطا کرنے والے پروردگار کی رحمت کے خزانے ان کے پاس ہیں، یا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا اختیار ان کو حاصل ہوگیا ہے (اگر ایسا ہے) تو پھر وہ آسمان کی سیڑھیوں پر چڑھ جائیں (اور محمد پر قرآن کے نازل ہونے کو روک لیں)۔''

قرآن کی آیت کا لب ولہجہ بتلا رہا ہے کہ کفار قریش بڑی حقارت کے ساتھ یہ کہتے تھے کہ کیا اس کے سوا خدا کو اور کوئی نہیں ملا تھا جس پر وہ قرآن نازل کرتا ،یعنی نبوت و رسالت وامامت اور اپنے اقتدار کی نمائندگی کسی مالدار اور سرمایہ دار آدمی کو عطا فرماتا ۔

خدا ان کے جواب میں کہتا ہے کیا عزیز و وہاب پروردگار کی رحمت کے خزانے ان کے پاس ہیں کہ اس کی رحمت میں سے جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں۔

پھر بڑے سخت لہجہ میں ارشاد فرماتا ہے:

کیا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کا اقتدار سلطنت و بادشاہی ان کے پاس ہے اگر ایسا ہے تو پھر وہ آسمان کی سیڑھیوں پر چڑھ جائیں (اور محمدؐ پر قرآن کے نزول ہونے کو روک دیں)۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا والے تو مالداروں اور سرمایہ داروں کو ہی اقتدار کا حقدار سمجھتے ہیں جس کی ایک واضح مثال ہمیں حضرت طالوت کے واقعہ میں ملتی ہے جس کا ذکر ہم آگے چل کر کرینگے ۔

خدائی اقتدار کے نمائندوں کا تقرر

قرآن کریم نے خدائی اقتدار کے نمائندوں کا واضح طور پر تعارف کرایا ہے اور خدا نے عالم ارواح میں ہی بنی آدم کے یہ گوش گزار کرا دیا تھا کہ میرے بھیجے ہوئے رسول ہی میرے اقتدار کے نمائندہ ہوں گے ۔چنانچہ فرماتا ہے:

maablib.org

" یـا بـنـی آدم امـا یـاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون " (اعراف ۔35)

''اے آدم کی اولاد تمہارے پاس تمہیں میں سے میرے بھیجے ہوئے رسول آئیں گےاور وہ میری آیات اور میرے احکام تمہیں پہنچائیں گے پس تم میں سے جو میرے احکام کی خلاف ورزی سے پرہیز کرے گا اور میری نافرمانی سے بچا رہے گا اور میرے احکام پر عمل کرتا رہے گا اسے نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی حزن وملال ''۔

پھر قرآن میں ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر واضح اعلان فرماتا ہے:

" وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله ''(النساء۔٦٤)

''ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے''۔

یعنی چونکہ خدا کے بھیجے ہوئے رسول اس کے اقتدار کے نمائندہ ہوتے ہیں لہذا ان کی اطاعت خدا کی ہی اطاعت ہوتی ہے اس لئے پیغمبر گرامی اسلام کے بارے میں دو ٹوک اور واضح الفاظ میں یہ حکم دیا:

" ومن یطع الرسول فقد اطاع الله'' (النساء۔٨٠)

''اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی ہے''

اور اسی لئے یہ حکم دیا:

" ومـا اتـکـم الرسول فخذوہ وما نهکم عنه فانتهوا ان الله شدید العقاب'' (الحشر۔٧)

''جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دیں اس سے رک جاؤ (اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے سے ڈرتے رہو) کیونکہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے''۔

maablib.org

لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ رسول کی اطاعت کے لئے غلبہ شرط نہیں ہے کیونکہ غلبہ تو ماسوائے گنتی کے چند رسولوں کے اور کسی کو حاصل ہی نہیں ہوا۔خود پیغمبر گرامی اسلام تیرہ سال تک مکہ میں جس حال میں رہے تاریخ کے طالب علم سے مخفی نہیں ہے لیکن پیغمبر کی اطاعت مسلمانوں پر اس وقت بھی فرض تھی اور اس وقت بھی ان کی اطاعت خدا ہی کی اطاعت تھی اور اگر ظاہری غلبہ نہ بھی ہوا ہوتا تو تب بھی آپ کی اطاعت فرض تھی یہی اطاعت جو ظاہری غلبہ کے بغیر بھی فرض ہے خدا کی اطاعت ہے اور یہی اطاعت حکومت الٰہیہ ہے۔

بہر حال مسلمانوں کے درمیان اس بات میں ذرا سا بھی اختلاف نہیں ہے کہ فی الواقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ خداوند تعالٰی کی قانونی حاکمیت کے نمائندہ ہیں اور اسی بناء پر ان کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہے کیونکہ خدا ہی کا یہ حکم ہے کہ رسول کے امر ونہی اور اس کے فیصلوں کو بے چون وچرا تسلیم کیا جائے۔

مسلمانوں کے درمیان اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ کو یہ حق عوام نے عطا نہیں کیا تھا اور نہ ہی یہ بیعت کے نتیجہ میں ملا تھا بلکہ یہ حق حکومت اسی خدا نے عطا کیا تھا جو ساری کائنات کا حکم اور سارے جہانوں کا بادشاہ ہے اور رسول اللہ اس بادشاہ حقیقی کی طرف سے مقرر کردہ نمائندہ ہیں۔

اس سے یہ بات تو ثابت ہوئی کہ انسانوں پر اگر خدا کے نمائندوں کے ذریعہ حکومت ہو تو وہ خدا ہی کی حکومت ہے اسی کو حکومت الٰہیہ کہتے ہیں اور یہی حکومت اسلامی ہے، خدا کی حکومت میں خدا کے مقرر کردہ نمائندوں کے علاوہ کسی اور کی اطاعت اللہ کی اطاعت نہیں کہلا سکتی لہذا وہ حکومت الٰہیہ اور حکومت اسلامی بھی نہیں کہلا سکتی۔

maablib.org

رسولوں کی اطاعت کیوں؟

خداوند تعالیٰ کی اطاعت کے سلسلہ میں بھی ہم نے یہی سوال پیش کیا تھا کہ خدا کی اطاعت کیوں؟ کیا خدا کی اطاعت کرنے سے خدا کی حاکمیت قائم ہوجاتی ہے، اور اگر کوئی بھی اس کی اطاعت نہ کرے تو کیا اس کی حکومت باقی نہیں رہتی؟ یا انسانوں کی طرف سے خدا کی اطاعت کرنے کا خدا کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے؟ یا اس کا فائدہ خود انسان ہی کو عائد ہوتا ہے؟

اس کا جواب واضح اور ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ساری دنیا کے انسان خدا کی اطاعت کرنے سے انکار کردیں تو تب بھی اس کی حکومت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور ساری دنیا کے انسان اس کی حکومت کو ماننے لگ جائیں تو اس سے اس کی حکومت کو کوئی فائدہ نہیں ۔

اگر چہ وہ ساری کائنات کا خالق ہے لہذا وہی ساری کائنات کا مالک ہے اور اسی بناء پر حکومت بھی اسی کی ہے اور مالک ہونے کی حیثیت سے جو حکومت اسے مل رہی ہے وہ حکومت تکوینی ہے اور کوئی فرد بشر اس کی حکومت تکوینی سے انحراف نہیں کرسکتا لیکن وہ حکومت یا وہ اطاعت جس میں اس نے انسان کو آزادیٔ ارادہ واختیار دیا ہے اس میں بھی انسان کے اطاعت نہ کرنے سے اس کی حکومت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ۔

انسان اس کی اطاعت کرے تب بھی وہی حاکم ہے اور اطاعت نہ کرے تب بھی وہی حاکم ہے البتہ اگر انسان خدا کی اطاعت کرے گا تو اس کا فائدہ خود انسان کو ہوگا یہی بات رسول کی اطاعت میں ہے ۔قرآن کہتا ہے:

" قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ ما حمل وعلیکم ماحملتم وان تطیعوہ تھتدوا " (النور۔54)

"اے پیغمبر تم یہ اعلان کردو کہ تم اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو (کیونکہ)اگر

maablib.org

تم ان سے انحراف کرو گے (تو اس کا نقصان تمہیں ہی ہوگا) اس کی ذمہ داری تو صرف اتنی ہے جو اس کے ذمہ سپرد کی گئی ہے (یعنی تبلیغ رسالت) اور تمہاری ذمہ داری وہی ہے جو تم پر عائد کی گئی ہے (یعنی اطاعت رسول) لہذا اگر تم اطاعت کرو گے تو اس کا فائدہ تمہیں کو پہنچے گا اور وہ فائدہ یہ ہوگا کہ تم ہدایت پا جاؤ گے"۔

پس رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کی طرح ہی ہے اس کی اطاعت کرنے کا فائدہ خود انسان کو ہی ہے اور اس کی اطاعت نہ کرنے سے خدا کی طرف سے اس کے اقتدار کی نمائندگی ختم نہیں ہو سکتی۔

لیکن اگر اطاعت کا مفاد ہدایت نہ ہوتا تو پھر ہر انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ ایک انسان دوسرے انسان کی خواہ مخواہ اطاعت کیوں کرے؟ آخر کیا بات ہے کہ ایک آزاد انسان کو کسی دوسرے انسان کا مطیع بنا دیا جائے اور اس کو یہ حکم دے دیا جائے کہ اس کا حکم بھی مانے اور اس کی اطاعت و پیروی بھی کرے۔

کیونکہ کوئی انسان بحیثیت انسان یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی دوسرا انسان خواہ مخواہ اس پر حکومت کرے، یہ دوسری بات ہے کہ جو شخص بزور طاقت یا دوسرے عوامل کو کے ذریعہ حاکم بن جاتا ہے وہ حکومت کرتا ہی ہے اور جو کمزور ہونے کی وجہ سے محکوم بن جاتا ہے وہ مجبوراً حکم مانتا ہی ہے لیکن اگر انسان کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ کسی حاکم کا حکم مانے چاہے نہ مانے تو پھر دیکھیں کہ کونسا حاکم ایسا ہے جو انسان سے اپنا حکم منوا لے۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا کے حاکموں کا حکم جبراً وقہراً نافذ ہوتا ہے اور دوسرا انسان مجبوری کی حالت میں اس کی اطاعت کرتا ہے۔

لیکن اسلام زبردستی کی اطاعت کا خواہاں نہیں ہے بلکہ اس کا صاف اور واضح اعلان یہ ہے کہ:

"لا اکراہ فی الدین" (البقرہ۔۲۵۶)

MAAB 1431
maablib.org

''اطاعت میں کوئی جبر او رزبردستی نہیں ہے''

یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی ہادی خواہ وہ نبی ہو یا رسول وامام جبراً اطاعت نہیں کراتا۔

یہاں پر ایک بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ ایک حاکم جابر دوسرے محکوم انسانوں کو اطاعت پر مجبور کیوں کرتا ہے؟ کہ وہ اس کی اطاعت کرے او راس کا حکم مانے اور ہادی کیوں مجبور نہیں کرتا چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حاکم کی اطاعت کا مفاد پہنچتا ہے اس حاکم کو جو حکم کرتا ہے کیونکہ اگر اس حاکم کی اطاعت نہ کی جائیگی تو اس کی حکومت ہی قائم نہ ہوگی۔

لیکن خدا او رسول اور سارے ہادیوں کی اطاعت کا کوئی مفاد خدا او رسول اور ان ہادیوں کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اگر انسان ان کی اطاعت نہ کرے تو ان کی حکومت اور اقتدار کو کوئی ضعف نہیں پہنچ سکتا بلکہ فی الحقیقت ان کی اطاعت کرنے کا مفاد اس انسان کو پہنچتا ہے جو ان کی اطاعت کرتا ہے اور وہ مفاد یہ ہے کہ:

" ان تطیعوہ تھتدوا " (النور۔۵۴)

''اگر تم اس کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاجاؤ گے''۔

اس سے ثابت ہوا کہ خدا جس کی اطاعت کا حکم دیا کرتا ہے وہ ہادی ہوا کرتا ہے۔

یہ بات محتاج ثبوت نہیں ہے کہ کوئی بھی انسان خدا کی تکوینی حکومت سے باہر نہیں نکل سکتا، اور اس سے سر مو انحراف نہیں کرسکتا، لیکن آزادی ارادہ و اختیار کے ساتھ جو اطاعت ہے وہ چونکہ خدا کی بھی ہادی ہونے کی حیثیت سے ہے اور خدا کے اقتدار کے نمائندوں نبی یا رسول وامام کی اطاعت بھی ہادی ہونے کی حیثیت سے ہے لہذا یہ اطاعت انسانوں پر فرض عین اور واجب ہے اور خدا کے اقتدار اور حکومت کو تسلیم کرنے کی نشانی ہے اور اس اطاعت سے انحراف خدا کی حکومت اور اقتدار کو ماننے سے انکار کے مترادف ہے۔

maablib.org

ہادیوں کی شناخت

اب چونکہ یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ خدا کے اقتدار کے نمائندوں اور اس کے مقرر کئے ہوئے ہادیوں کی اطاعت ہی خدا کی اطاعت ہے۔تو اب ہر انسان پر یہ واجب اور فرض ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ خدا کے بھیجے ہوئے ہادی اور مقرر کئے ہوئے نمائندے کون ہیں؟

قرآن کریم کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے ہدایت کا کام جن انسانوں کو سپرد کیا ہے، منصب کے اعتبار سے ان کے تین عہدے مقرر کئے ہیں۔

۱۔ نبوت ۲۔ رسالت ۳۔ امامت

خدا نے قرآن میں جن انسانوں کو ہادی کہا ہے یا یہ کہا ہے کہ یہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں وہ یہی تین عہدے ہیں، اگر چہ بعض نے ولی، اولی الامر اور خلیفہ کو بھی خدائی عہدے سمجھا ہے لیکن فی الحقیقت یہ کوئی عہدے نہیں ہیں بلکہ یہ مذکورہ تینوں عہدوں یعنی نبوت، رسالت اور امامت کی صفات وخصوصیات اور اختیارات کا بیان ہے اور الگ سے کوئی عہدے نہیں ہیں جیسا کہ قرآن نے کہا ہے:

" انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یوتون الزکوٰۃ وھم راکعون'' (المائدہ۔۵۵)

''سوائے اس کے نہیں کہ تمہاری ولی اللہ ہے اور رسول ہے اور وہ (امام) ہے جس نے حالت رکوع میں زکوٰۃ دی ہے''

یہاں ''ولی'' اللہ کی، رسول کی اور رکوع میں زکوٰۃ دینے والے (امام) کی صفت ہے۔

اسی طرح ''اولی الامر'' بھی مذکورہ ہدایت کرنے والوں کی صفت ہے جیسا کہ فرماتا ہے:

maablib.org

" يا ايهاالذين آمنوا اطيعوا الله و اطيعوالرسول و اولي الامر منكم "

(نساء۔۵۹)

"اے ایمان والو!خدا کی اطاعت کرواوررسول کی اطاعت کرواورصاحبان امرو فرمان (اماموں) کی اطاعت کرو"۔

یہاں پراولی الامرجمع کا صیغہ ہے اور یہ خودپیغمبراورآپ کے بعد آنے والے اماموں کی صفت ہے۔

اسی طرح سے خلیفہ بھی مطلقاً کوئی عہدہ یا منصب نہیں ہےاورچونکہ یہ موضع ایک تفصیل کا طالب ہے لہذا ہم نے اس موضوع پر علیحدہ تصنیف کی ہےجس کا نام"خلافت قرآن کی نظر میں" ہےلہذا اس موضوع کا مطالعہ کرنے کے لیے مذکورہ کتاب کی طرف رجوع کیاجائے۔

بہرحال قرآن کی رو سے مذکورہ تین عہدے یعنی نبوت ، رسالت اورامامت ہی خدائی عہدے ہیں اور نبی و رسول وامام ہی وہ خدائی عہدہ دار ہیں جوخدا کی طرف سے ہادی اوراس کےاقتدار کےنمائندوں کےطور پرمقرر ہوتے ہیں۔

نبی ورسول کے خدا کی طرف سے ہادی ہونے اوراس کے اقتدار کے نمائندے ہونے میں توچونکہ کوئی اختلاف نہیں ہےلہذا اس کے ثابت کرنے کے لئےہمیں طول دینے کی ضرورت نہیں ہےاورسابقہ مختصر بیان ہی اس کے لئے کافی ہے۔

البتہ اس بارے میں کہ امامت بھی نبوت ورسالت کی طرح ہی ایک خدائی عہدہ ہےجسے خدا ہی مقرر کرتا ہےاوراس کا کام لوگوں کوہدایت کرنا ہے،مسلمانوں کےایک گروہ کوانکار ہے لہذا ہم اگلےعنوان کےتحت امامت کےخدائی عہدہ ہونے اورخدا ہی کی طرف سے مقرر کئے جانے کےبارے میں بحث کریں گے۔

maablib.org

امام اور امامت

''راغب'' مفردات میں کہتا ہے

''الامام'': وہ ہے کہ جس کی اقتدا کی جائے، خواہ وہ انسان ہو یا اس کے قول وفعل کی اقتداء کی جائے یا کتاب وغیرہ اور خواہ وہ شخص جس کی پیروی کی جائے حق پر ہو یا باطل پر ہو اس کی جمع آئمہ ہے۔

عام طور پر لفظ امام پیش نماز کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے امام جمعہ وجماعت کو بھی امام کہتے ہیں کسی قوم کے لیڈر یا مجتہد اعظم کو بھی امام کہا جاتا ہے۔

کسی خاص منزل کی طرف رہنمائی کرنے والی شاہراہ کو بھی قرآن نے امام کہا ہے جیسا کہ لوطؑ کی الٹی ہوئی بستیوں کی طرف جانے والی شاہراہ کے بارے میں کہتا ہے:

'' وانهما لبامام مبين ''   (الحجر۔۷۹)

''اور وہ (دونوں بستیاں) ایک واضح شاہراہ پر واقع ہیں''

توریت کو بھی قرآن نے امام کہا ہے:

" ومن قبله كتاب موسىٰ امام و رحمة "

''اور قرآن سے پہلے موسیٰ کی کتاب (توریت) امام ورحمت تھی (لہذا اب قران امام ورحمت ہے) اور اسی لئے اس کے واسطے امام کی صفت کا بیان ہوا ہے۔''

" ذالک الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين "   (البقرہ۔)

''یہ قرآن متقین کے لئے ہدایت ہے''۔

ان سب مقامات پر جہاں جہاں لفظ امام استعمال ہوتا ہے وہاں ہی ہدایت و رہنمائی اس کی اصل اور بنیاد ہوتی ہے۔

لیکن وہ امام جس کے بارے میں ہم اب بحث کر رہے ہیں وہ عہدہ ہے جس پر

MAAB 1431
maablib.org

کوئی انسان خدا کی طرف سے نبی و رسول کی طرح ہی خدا کے حکم سے ہدایت کے لئے مامور ہوتا ہے۔

اگر چہ نبی کا کام بھی ہدایت کرنا ہے اور رسول کا کام بھی ہدایت کرنا ہے لیکن رسالت، نبوت سے آگے الگ سے ایک عہدہ ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ کوئی نبی صرف نبی ہی ہو لیکن وہ رسول نہ ہو۔ گر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ نبی، نبی بھی ہو اور رسول بھی ہو۔

اسی طرح وہ امامت جو نبوت و رسالت کی طرح سے خدائی عہدہ ہے وہ بھی نبوت و رسالت سے آگے ایک الگ اور علیحدہ عہدہ ہے لہذا جس طرح سے کوئی نبی صرف نبی تو ہوسکتا ہے ضروری نہیں ہے کہ وہ رسول بھی ہو، اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ کوئی نبی امام بھی ہو۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی نبی، نبی بھی ہو، رسول بھی ہو اور امام بھی ہو۔ اور جس طرح سے خدا کے ہر رسول کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ نبی بھی ہو جیسا کہ قرآن میں خدا نے جبرئیل کو اور ان فرشتوں کو جو وحی کے لانے پر مامور ہوتے تھے اپنا رسول کہا ہے:

چنانچہ جبرئیل کے لئے یہ کہا ہے کہ:

" قال انما انا رسول ربک " (مریم۔۱۹)

''جبرئیلؑ نے مریمؑ سے کہا میں تیرے رب کا رسول ہوں''

اعمال لکھنے والے فرشتوں کے بارے میں کہا:

" ان رسلنا یکتبون یامکرون " (یونس۔۱۲)

''بیشک ہمارے رسول (فرشتے) جو چالیں تم چلتے ہو وہ سب لکھتے جاتے ہیں''۔

" اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاو من الناس'' (الحج۔۷۵)

''اللہ فرشتوں اور انسانوں میں سے ہی اپنے رسولوں کا انتخاب کرتا ہے''۔

" ام یحتسبون انا لا نسمع سرھم ونجواھم بلیٰ و رسلنا لدیھم یکتبون " (الزخرف۔۸۰)

MAAB 1431
maablib.org

''کیاوہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کے بھید کواور خفیہ باتوں کونہیں سنتے ،ہاں!
(ہم ضرور سنتے ہیں)اور ہمارے رسول (فرشتے)ان کے پاس ہی لکھتے جاتے ہیں''۔

ان آیات میں اور بہت سی دوسری قرآنی آیات میں جبرئیل کو اور دوسرے فرشتوں کورسول کہا ہے لیکن ان فرشتوں میں سے کوئی بھی نبی نہیں تھا۔

اس طرح سے انطاکیہ کی طرف خدا کے حکم سے عیسیٰ کے بھیجے ہوئے رسول تھے جوقرآن کی سند کی رو سے رسول تو تھے مگر نبی نہ تھے قرآن کہتا ہے:

" واضرب لهم مثلاً اصحٰب القرية اذ جاء ها المرسلون اذارسلنا اليهم اثنين فكذبوهما فعزنا بثالث فقالوا انا اليكم مرسلون '' (یٰسین۔ ۱۳۔۱۴)

''اوران کے لئے اس بستی والوں کی مثل بیان کرو کہ جس وقت ہمارے بھیجے رسول اس بستی میں آئے اوراس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے پھر انہوں نے ان دونوں کوجھٹلایا تو ہم نے ان کوتیسرے رسول کے ذریعے قوت پہنچائی اوران تینوں رسولوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف خدا کے بھیجے ہوئے سول ہیں''۔

بالاتفاق یہ تینوں رسول خدا کے حکم سے عیسیٰ کی طرف سے انطاکیہ کے لوگوں کی طرف بھیجے گئے تھے جنہیں خدا کہتا ہے کہ انہیں ہم نے بھیجا تھااور بالاتفاق یہ تینوں رسول عیسیٰ کے حواری تھے، نبی نہیں تھے اوران کا قصہ بادشاہ انطاکیہ کے ساتھ طویل ہے۔

بہرحال سورہ یٰسین کی آیات ۱۳۔۱۴ سے یہ بات ثابت ہے کہ خدا کے حکم سے عیسیٰ کے بھیجے ہوئے رسول تو کہلائے مگروہ نبی نہیں تھے۔

اسی طرح سے وہ امام بھی جوخدا کی طرف سے مامور ہوضروری نہیں ہے کہ وہ نبی ورسول بھی ہو۔چونکہ یہ نبوت ورسالت سے آگے ایک علیحدہ خدائی عہدہ ہے لہذا ختم نبوت ورسالت کوامامت کے لئے رکاوٹ اور مانع قرارنہیں دیا جاسکتا ہے۔

maablib.org

البتہ جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی انسان نبی بھی ہو، رسول بھی ہو اور امام بھی ہو اور اس کی سب سے پہلی مثال حضرت ابراہیم ہیں اور سب سے آخری مثال پیغمبر آخری الزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں جو نبی بھی تھے رسول بھی تھے اور امام بھی تھے۔

بیشک نبوت و رسالت قرآن کی رو سے ختم ہو چکی ہے اور یہاں ختم رسالت سے ہماری مراد وہ صاحب شرع رسول ہے جو نبی بھی ہے، لہذا اب کوئی نبی صاحب شرع رسول کی حیثیت سے نہیں آئیگا نہ نئی شریعت لے کر نہ کسی شارع کے ماتحت ہو کر نہ ظلی طور پر اور نہ ہی بروزی طور پر۔

البتہ جس طرح فرشتوں اور خدا کے حکم سے حضرت عیسیٰ کے بھیجے ہوئے افراد پر لفظ رسول کا قرآن میں اطلاق ہوا ہے اسی طرح سے خدا کے حکم سے پیغمبر کے اعلان کردہ ہادیوں پر لفظ رسول کا اطلاق ہو تو بعید نہیں ہے۔

بہر حال امامت ختم نہیں ہوئی اور قرآن و احادیث کی سند کی رو سے جاری ہے جس کی تفصیل ہم یہاں پر پیش کرتے ہیں۔

امامت جاری ہے

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم کی امامت کا اعلان فرمایا اور وہ رسولوں میں سب سے پہلے امام ہیں۔ قرآن کہتا ہے:

''واذ ابتلیٰ ابراھم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک اللناس امام، قال ومن ذریتی قال لا ینال عھدی الظالمین''

''اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیم کا اس کے رب نے چند باتوں میں امتحان لیا

MAAB 1431
maablib.org

اور ابراہیم نے ان کو پورا کر دیا (تو خدا نے) فرمایا: میں تم کو کل آدمیوں کا امام مقرر کرتا ہوں (ابراہیم نے) عرض کی اور میری اولاد میں سے بھی (خدا نے) فرمایا (میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ میں تیری اولاد میں بھی امام بناؤں گا لیکن) میرا یہ عہدہ ظالموں کو نہیں پہنچے گا''۔

بعض لوگ جو امامت کو نبوت و رسالت سے علیحدہ کوئی اور خدائی عہدہ نہیں مانتے وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ اعلان ابراہیم کو نبی اور رسول بنانے کا اعلان ہے۔

لہذا اب دیکھنا یہ ہے کہ جس وقت یہ اعلان کیا گیا اگر اس سے پہلے ابراہیم نبی اور رسول نہ ہوں اور کار نبوت و رسالت سرانجام نہ دے رہے ہوں تو پھر تو یہ بات قابل غور رہ سکتی ہے کہ شاید اس وقت ابراہیم کے لئے جو اعلان امامت ہوا ہے یہ ان کی نبوت و رسالت کا اعلان ہوگا لیکن اگر واضح طور پر یہ ثابت ہو کہ ابراہیم کو ساری عمر کار نبوت و رسالت سرانجام دیتے ہوئے گذر گئی تھی اور پھر اس امتحان میں کامیابی کے بعد ان کو عہدہ امامت دینے کا اعلان ہوا تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ عہدہ امامت نہ صرف نبوت و رسالت سے آگے ایک عہدہ ہے اور جداگانہ عہدہ ہے بلکہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ عہدہ امامت نبوت و رسالت سے بڑھ کر اور افضل تر عہدہ ہے جو ایک نبی و رسول کو امتحان میں کامیابی کے بعد دیا گیا ہے۔

جب ہم قرآن کریم کی آیات میں غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کو یہ عہدہ امامت کچھ باتوں میں امتحان کے بعد دیا گیا ہے اور عہدہ امامت کی عطائیگی کے وقت قرآن نے واضح طور پر اعلان کیا ہے اور وہ وقت وہ ہے جب ابراہیم اپنے امتحانوں سے گذر کر آخری امتحان میں سرخرو ہو کر نکلے اور وہ امتحان فرزند نوخیز یعنی اسمٰعیل کی قربانی کا امتحان ہے جسے قرآن نے واضح الفاظ میں کھلی ہوئی آزمائش اور امتحان قرار دیا ہے، قرآن کہتا ہے:

''ان هذا لهو البلاء المبين'' (الصّٰفّٰت۔۱۰۶)

''بیشک یہ واضح اور کھلی ہوئی آزمائش ہے''۔

اور ابراہیمؑ نے اسمٰعیل کی یہ قربانی اس وقت دی جب اسمٰعیل سن شعور کو پہنچ گئے

MAAB 1431
maablib.org

قرآن کہتا ہے:

" فلما بلغ معه سعي قال یابنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری قال یا ابت فعل ما تومر ستجدنی انشاء الله من الصابرین "

(الصّٰفّٰت ۔۱۰۶)

"جب وہ (اسمٰعیل) چلنے پھرنے کے لائق ہوگیا تو انہوں نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے، میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کررہا ہوں تو اب تم غور کرو کہ تمہاری رائے کیا ہے۔ اسمٰعیل نے کہا، بابا جان آپ کو جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کیجئے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے"۔

یہ آیت نہ صرف اسمٰعیل کے شعور بلکہ ان کے کمال معرفت کی بھی گواہی دے رہی ہے جبکہ تاریخوں اور روایات میں حضرت اسماعیل کی عمر ۱۰ یا ۱۲ سال کے قریب لکھی ہے۔

اور تاریخوں سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم کی عمر اس وقت تقریباً ۱۱۰ سال تھی۔

قرآن نے اسمٰعیل کے پیدا ہونے کی بشارت کا حال ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

" قال انی ذاهب الی رب انه سیهدین ربی هب لی من الصالحین ، فبشرناه بغلام حلیم " (الصّٰفّٰت ۹۹ تا ۱۰۱)

(جب ابراہیمؑ آذر سے مبارزہ اور بت شکنی کے بعد اور نمرود سے مقابلہ کرنے کے بعد نار نمرود سے باہر آئے تو فرمایا): میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں وہی میری رہبری کرے گا۔ (اور جب ابراہیمؑ بابل سے چلنے لگے تو اپنی تنہائی کا احساس کرکے فرمایا): پالنے والے مجھے ایک فرزند صالح عطا فرما (لہذا خدا نے ابراہیم کی دعا کو قبول کرتے ہوئے فرمایا): پس ہم نے اس کو ایک حلیم اور بردبار فرزند کی بشارت دی"۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ ابراہیمؑ کو بابل سے ہجرت کے وقت اسمٰعیل کے

MAAB 1431
maablib.org

پیدا ہونے کی بشارت ملی تھی۔

اور بابل سے ہجرت کرنے سے پہلے، ابراہیمؑ کا بابل میں آذر سے مبارزہ، بتوں کے خلاف مقابلہ، کفار ومشرکین سے جہاد، پھر بت شکنی، نمرود کے خلاف مبارزہ، اور اس کے بعد آتش نمرود میں ڈالے جانا اور اس کا گلزار ہو جانا اور خدا کے حکم سے پرندوں کو ذبح کرکے ان کو پھر زندہ کرنا، اور وحی کے ذریعہ ملکوت آسمان وزمین کا مشاہدہ، یہ سب کچھ اس حالت میں تھا کہ آپ نبوت و رسالت کا فریضہ ادا کر رہے تھے اور ہجرت سے پہلے تقریباً 100 سال تک بابل کی زندگی کے سارے جہاد ابراہیم نے بحیثیت نبی و رسول کے انجام دیئے تھے لیکن بابل کی زندگی میں سوائے لوط کے اور کوئی آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان نہ لایا۔ قرآن کہتا ہے:

" فامن له لوط و قال انی مهاجر الی الله ربی انه هو العزیز الحکم"
(العنکبوت۔۲۶)

"بابل میں رہتے صرف لوطؑ حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لائے اور جب ابراہیمؑ نے بابل سے ہجرت کا ارادہ کیا تو لوط نے کہا۔

"میں بھی اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں بیشک وہ غالب اور حکمت والا ہے"

لوط کے ایمان لانے سے ثابت ہوگیا کہ ابراہیم نے بابل میں رہتے ہوئے ساری تبلیغ، ساری جہد و جہد، کفر وشرک سے مبارزہ، اور آذر ونمرود کے ساتھ جہاد نبی و رسول کی حیثیت سے انجام دیا تھا۔

لہذا جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بابل سے ہجرت کرنے کے بعد اور اسمٰعیل کے پیدا ہونے کے بعد اور ان کی قربانی کے امتحان میں سرخرو ہو کر نکلنے پر جس عہدہ امامت کا خدا نے ابراہیمؑ کے لئے اعلان کیا تھا وہ ان کی نبوت و رسالت کا اعلان تھا سراسر غلط اور باطل ہے

maablib.org

اور پہلے سے کئے ہوئے فیصلے اور پہلے سے ذہن میں بٹھائے ہوئے عقیدہ کی بناء پر محض ہٹ دھرمی ہے۔

بہر حال قرآن یہ کہتا ہے کہ جب ابراہیم کو چند باتوں میں امتحان لے لیا اور وہ ان میں کامیاب ہوگیا۔ اور ان امتحانوں میں سب سے زیادہ واضح اور عظیم امتحان اپنے فرزند اسمٰعیل کی قربانی دینے کا امتحان تھا تو اس وقت ابراہیمؑ کو نبوت و رسالت کے ساتھ ساتھ عہدہ امامت بھی عطا کر دیا گیا ہے۔

اور یہ بات خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عہدہ امامت، نبوت رسالت سے علیحدہ اور بڑھ کر اور افضل تر ہے، اور اسی وجہ سے ابراہیمؑ نے عہدہ امامت پانے کے بعد اپنی ذریت میں عہدہ امامت کے جاری رہنے کی دعا کی۔

ابراہیم نے اپنی ذریت میں عہدہ امامت کے لیے دعا کیوں کی؟

اکثر علماء کا موقف یہ ہے کی چونکہ عہدہ امامت ابراہیمؑ کی نظر میں عہدہ نبوت و رسالت سے بہت عظیم نظر آیا، اس لئے اپنی ذریت میں اس کے جاری رہنے کی دعا کی۔

بیشک یہ بات بھی قرین عقل ہے، لیکن اہم بات یہ ہے کہ ابراہیمؑ جانتے تھے کہ ایک دن نبوت و رسالت ختم ہو جائیگی اور امامت قیامت تک باقی رہے گی، الہذا انہوں نے اپنی ذریت میں امامت کے جاری رہنے کی دعا کی اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ عہدہ امامت ایک خدائی عہدہ ہے، اگر یہ خدائی عہدہ نہ ہوتا، تو ابراہیمؑ عہدہ امامت ملنے کے بعد اس کے لیے خدا سے اپنی ذریت کے واسطے دعا نہ کرتے، اور اپنے بعد یا تو خود کسی کو امام بنا دیتے یا عوام پر چھوڑ دیتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ کوئی عوامی عہدہ نہیں ہے۔

اور ''لا ینال عہدی الظالمین'' میں لفظ ''عہدی'' میرا عہد۔ خود یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ ایک خدائی عہدہ ہے جس کے عطا کرنے کا خدا نے ابراہیمؑ سے عہد کرلیا ہے۔

اور ظالمین کو یہ عہدہ نہ دینے کا بیان یہ ثابت کرتا ہے کہ امام معصوم عن الخطا ہوتا ہے۔

maablib.org

قرآن کریم میں رسول کے بارے میں تو یہ کہا ہے:

''وما علی الرسول الا البلاغ المبین '' (النور۔۵۴)

''رسول کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے''۔

لیکن امام کے بارے میں قرآن یوں کہتا ہے:

" ووھبنا لہ اسحق و یعقوب و کلا جعلنا صالحین و جعلنا ھم آئمۃ یھدون با مرنا'' (الانبیاء۔۷۳)

''ہم نے ابراہیمؑ کو اسحٰق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا کیا اور ان سب کو صالح اور نیک بنایا اور ہم نے ان کو امام بنایا جو ہمارے امر سے ہدایت کرتے تھے''۔

قرآن کریم نے نبی کے کام، رسول کے کام اور امام کے کام کو کھول کر بیان کر دیا ہے رسول کا کام نبی کے کام سے بڑھ کر ہے اور اس سے آگے چلتا ہے اور امام کا کام رسالت کے کام سے آگے ہے جو رہبری اور رہنمائی اور ہدایت کرتا ہے۔

اس آیت میں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے یعنی ابراہیمؑ، اسحٰق اور یعقوبؑ تینوں کو امام کہا گیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ ابراہیمؑ کی اپنی ذریت میں امامت کی دعا صالح ذریت کے لئے قبول ہو چکی ہے لیکن یہ کسی ظالم یعنی غیر معصوم کو نہیں ملے گی۔

امامت کو نبوت و رسالت سے افضل ماننے میں، امامت کا انکار کرنے والوں کے لئے ،ان کا یہ ذہنی خلفشار مانع ہے کہ اگر امامت کو نبوت و رسولت سے افضل مان لیا گیا تو اس سے پیغمبر اکرمؐ پر امام کی فضیلت ماننی لازم آئیگی۔

لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ پیغمبر اکرم نہ صرف نبی ہیں نہ صرف رسول ہیں بلکہ وہ امام اور ہادی برحق بھی ہیں جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

" انک التھدی الی صراط مستقیم " (الشوریٰ۔۵۲)

''بیشک تم صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہو''

maablib.org

اور آپ بقول کسے:

''آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری''

آپ کے پاس عہدہ نبوت بھی تھا، عہدہ رسالت بھی تھا اور عہدہ امامت بھی تھا نبوت و رسالت ختم ہوگئی۔ لیکن عہدہ امامت جاری ہے جو نہ صرف دعائے ابراہیمی سے ثابت ہے بلکہ قرآنی آیات اور بہت سی اسلامی روایات سے بھی ثابت ہے لہذا ہم قرآن سے ایک مثال پیش کر کے احادیث رسول کی طرف رجوع کریں گے:

قرآن کسی مومن کی ایک دعا کو اس طرح نقل کرتا ہے:

" والذین یقولون ربنا هب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرة اعین و اجعلنا للمتقین اماماً'' (الفرقان۔۷۴)

''اور وہ یہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری ازدواج کی طرف سے اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیز گاروں کا امام بنادے''۔

اس آیت میں '' واجعلنا '' جمع کا صیغہ ہے یعنی یہ دعا کرنے والا اپنے ساتھ اپنی ذریت میں سے بھی امامت کے لئے دعا کر رہا ہے یعنی کسی مومن نے خدا کی بارگاہ میں یہ دعا کی ہے کہ اسے اور اس کی ذریت کو متقین کا امام بنادے۔

خداوند تعالی نے قرآن میں بہت سے دعاؤں کا ذکر کیا ہے اور یہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے ذکر کیا ہے کہ میں نے جو قرآن میں بیان کیا ہے اور یہ وعدہ کیا ہے کہ:

" ادعونی استجب لکم " (مومن۔۶۰)

''تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا''۔

تو میرا یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے۔ دیکھو میں نے فلاں کی دعا کو قبول کیا اور فلاں نے یہ دعا کی تو میں نے اسے قبول کیا اور فلاں نے وہ دعا کی تو میں نے اسے قبول کرلیا۔ لہذا خدا نے

MAAB 1431
maablib.org

جتنی دعاؤں کا ذکر قرآن میں کیا ہے یہ ثابت کرنے کے لئے کیا ہے کہ میرا وعدہ دعا کو قبل کرنے کا سچا ہے پس ثابت ہوا کہ خدا نے یہ دعا بھی اسی لئے بیان فرمائی ہے کہ خدا نے امامت کے لئے دعا کرنے والے کی اس دعا کو قبول کرلیا ہے اور اب ضرور وہ امام ہے اور اس کی ذریت میں سے بھی امام ہوں گے اور بعد والی آیات سے یہ بات ثابت ہے کہ خدا نے ان کی اس دعا کو قبول کرلیا ہے اور جب قبول کرلیا ہے تو حتماً پیغمبر کے بعد وہ دعا کرنے والا اور اس کی ذریت میں عہدہ امامت پر فائز ہوئی ہے اور اس سے واضح طور پر یہ بھی ثابت ہے کہ پیغمبر کے بعد امامت جاری ہے ورنہ کسی کی مجال نہیں تھی کہ امت محمد میں سے کوئی مومن امامت کے لئے دعا کرتا۔ جیسا کہ کسی کی یہ مجال نہیں ہے کہ کہ پیغمبر کے بعد کوئی شخص یہ دعا کرے کہ خدا مجھے نبی بنادے۔

قرآن کریم کی اتنی آیات ہی امامت پر ایمان لانے والوں کے لئے کافی ہیں لہذا ہم اب احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

پیغمبر گرامی اسلامؐ کی مشہور حدیث ہے:

"من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة الجاهلیة"

مسند احمد بن حنبل جلد ۴ص ۹۶

مطابق نقل البلاغ المبین ج ۱ص ۳۷

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا:

"جو مر گیا اور اس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا"۔

یہ حدیث اہل سنت کے معروف منابع میں موجود ہے اور تمام علمائے اہل سنت کا اس کی صحت پر اعتماد ہے۔

علیؑ امام المتقین ہیں

اوپر والی حدیث میں جو امام احمد حنبل کی سند سے نقل ہوئی ہے پیغمبر نے اپنے بعد

maablib.org

امامت کی توثیق فرمائی ہے۔اور اس حدیث میں جسے ہم اب اہل سنت کے معروف منابع سے نقل کر رہے علیؑ کو امام المتقین فرمایا ہے:

پیغمبر گرامی اسلامؐ ارشاد فرماتے ہیں

" عن علي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انك سيد المسلمين و امام المتقين و قائد الغر المعجلين و يعسوب المين "

"حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر گرامی اسلامؐ نے مجھ سے فرمایا اے علیؑ تم مسلمانوں کے سردار ،متقین کے امام ،سفید چہرے والوں کے قائد اور دین کے رئیس و سربراہ ہو"۔

ریاض النضرۃ جز۲باب ۴فصل ۶ص ۱۷۷

مستدرک حاکم جزء۳ص ۱۲۸

کنز العمال جزء۶ص ۱۵۷

مطابق نقل البلاغ المبین ج ۱ص ۵۱۴

اس حدیث میں پیغمبرؐ نے علیؑ کو امام المتقین فرمایا ہے اس سے قرآن کی اس خبر کی ۔جو سابقہ صفحات میں نقل ہو چکی ہے کہ ایک مومن نے اپنے لئے اور اپنی ذریت کے لئے متقین کا امام بنائے جانے کی دعا کی تھی اور خدا نے اسے قبول کر لیا تھا۔تصدیق ہو جاتی ہے۔

اس کے علاوہ اہل سنت کے آئمہ اربعہ میں سے معروف امام ،شافعی کی ایک رباعی بھی اس حقیقت کو بیان کر رہی ہے جو اس طرح ہے۔

" علي حبة جنه قسيم النار و الجنه

وصي مصطفیٰ حقا امام الانس و الجنه"

"علی کی محبت(آتش جہنم سے بچاؤ کے لیے ایک)ڈھال ہے(اور چونکہ آپ کی محبت جنت میں لے جاتی ہے ۔اور بغض وعداوت دوزخ میں لے جاتا ہے لہذا) آپ قسیم

MAAB 1431
maablib.org

النار والجنہ ہیں حق بات یہ ہے کہ مصطفیٰؐ کے وصی علی ابن ابی طالب جن وانس کے امام ہیں۔

حسان بن ثابت کا قصیدہ

جس وقت غدیر خم کے مقام پر پیغمبرؐ نے یہ اعلان فرمایا:

" من کنت مولاہ فھذا علی مولا ہ"

"جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے"

تو حضرت عمر نے تو بایں الفاظ مبارک باد دی تھی:

" بخ بخ لک یا علی اصبحت مولائی و مولا کل مومن و مومنۃ"

سر العالمین غزالی مقالہ ۴

"مبارک ہو مبارک ہو اے علی آپ کو آج سے آپ میرے اور کل مومن ومومنہ کے مولا قرار پا گئے"۔

اور اعلان غدیر کے فوراً بعد عرب کے مشہور شاعر مداح رسول حسان بن ثابت نے پیغمبرؐ سے اجازت لے کر پیغمبرؐ کے حضور میں اس موقع کی مناسبت سے ایک قصیدہ پڑھا جس کے صرف دو اشعار ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں:

" فقال لہ قم علی فاننی رضیتک من بعدی اماماً و ھادیاً

فمن کنت مولاہ فھذا ولیہ فکونوا لہ اتباع صدق موالیا "

"پیغمبرؐ نے علیؑ سے فرمایا: اے علی کھڑے ہو جاؤ، کیونکہ میں نے تمہارے لئے اس بات کو پسند کیا ہے کہ تم میرے بعد امام اور ہادی ہو پس جس شخص کا میں مولا ہوں یہ علی بھی اس کا مولا و آقا ہے پس تم سچے دل سے اس کی پیروی کرنا"۔

یہ اشعار اہل سنت کے بہت سے علماء نے نقل کئے ہیں ان میں سے حافظ ابو نعیم اصفہانی، حافظ ابو سعید سجستانی، خوارزمی مالکی، حافظ ابو عبداللہ مرزبانی، گنجی شافعی، جلال

maablib.org MAAB 1431

الدین سیوطی، سبط ابن جوزی اور صدر الدین حموی کے نام لئے جا سکتے ہیں۔

(مطابق نقل تفسیر نمونہ جلد ۵ ص ۳۲)

پیغمبر کی احادیث میں سے ایک قسم تقریری ہے یعنی اگر کوئی شخص پیغمبر کے سامنے کوئی بات بیان کرے اور پیغمبر اس کی تردید نہ کریں تو گویا پیغمبرؐ نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے لہذا وہ بات بھی پیغمبرؐ کی حدیث شمار ہوتی ہے۔ اور اس حدیث میں واضح طور پر یہ بیان ہوا ہے کہ علیؑ پیغمبر کے بعد امام اور رہادی ہیں اور چونکہ اطاعت صرف ہادی ہی کی واجب اور فرض ہوتی ہے لہذا فرمایا جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولی وولی ہے پس تم سچے دل سے اس کی پیروی کرنا۔

حدیث غدیر سے عام طور پر جو بات سمجھی جا سکتی تھی وہ وہی ہے جس حسان بن ثابت نے اپنے قصیدہ میں نظم کر کے پیغمبرؐ کو سنائی کہ علیؑ پیغمبرؐ کے بعد امام اور رہادی ہیں۔

اور چونکہ وہ پیغمبرؐ کے بعد سب کے امام اور رہادی ہیں لہذا وہی سب کے مولا اور ولی یعنی حاکم ہیں اور واجب الاطاعت فرمانروا ہیں اور اس سے ہمارے سابقہ بیان کی بھی تصدیق ہوگئی کہ مولا یا ولی کوئی علیحدہ سے عہدہ نہیں ہے بلکہ یہ امام اور ہادی کی صفت اور حق ہے کہ اس کی اطاعت و پیروی کی جائے اور مومنین اس کا حکم مانیں اور اس کی پیروی کریں لہذا واضح طور پر کہتا ہے کہ تم کی اس کی اطاعت و پیروی کرنا۔

اعلان غدیر کا جو مطلب حسان بن ثابت نے بیان کیا ہے اور جس کی پیغمبرؐ نے تصدیق فرمائی ہے اور جس کو بہت سے علمائے اہل سنت نے نقل کیا ہے وہ اوپر بیان ہو چکا ہے اب ہم اعلان غدیر کا وہ مطلب جو خود علیؑ نے سمجھا ہے وہ پیش کرتے ہیں جسے آپ نے اپنے مشہور و معروف اشعار میں نظم فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

نمبر 1: وفی القران الزمهم ولائی واوجب طاعتی فرضا بعزم

نمبر 2: کما هارون من موسیٰ اخوه کذالک انا اخوه و ذاک اسمی

maablib.org

نمبر3: کذاک اقامتی لھم اماما   واخبر ھم بہ بغدیر خم

''قران میں میری اطاعت کولازم قرار دیا ہے اور عزم وارادہ کے ساتھ میری اطاعت کو کرنے کو واجب اور فرض گردانا ہے''

''جس طرح ہارون موسیٰ کے بھائی تھے اسی طرح میں پیغمبرؐ کا بھائی ہوں اور یہ میرا امام ہے''

''اسی طرح سے پیغمبرؐ نے مجھے لوگوں کو امام مقرر کیا ہے اور ان کو اس بات کی غدیر خم کے مقام پر خبر دے دی تھی''

امامؑ نے بھی واضح طور پر فرمایا کہ امام خدا کا مقرر کردہ ہوتا ہے چنانچہ نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر ۱۵۰ میں فرماتے ہیں

" انما الائمة قوام الله علی خلقه و عرفائوه علی عباده "

''بلا شبہ آئمہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے حاکم ہیں اور اس کی اس کے بندوں کو معرفت کرانے والے ہیں''

یہاں تک کے بیان سے ثابت ہوگیا کہ از روئے قرآن وحدیث خدائی اقتدار کے نمائندے یا خدائی عہدہ صرف تین ہیں

۱۔ نبی ۲۔ رسول ۳۔ امام

اور مولا ہونا یا ولی ہونا اولی الامر ہونا یا یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کا جانشین ہونا۔ علیحدہ سے کوئی مستقل عہدے نہیں ہیں بلکہ یہ مذکورہ تینوں عہدوں کی صفات ہیں یا ان کے حق اور اختیارات کا بیان ہے اور چونکہ امام کا تقرر نبی و رسول کی طرح خدا کے ہی اختیار میں ہے اور اس کی اطاعت و معرفت واجب ہے لہذا اسی لئے پیغمبرؐ نے فرمایا کہ:

" من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة الجاهلیة "

مسند امام احمد حنبل جز ۴ ص ۹۶

MAAB 1431
maablib.org

"جو مر گیا اور اس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ کفر و جہالت کی موت مرا"

اس لئے ثابت ہوا کہ جس طرح پیغمبرؐ کی معرفت اور اطاعت واجب ہے اسی طرح پیغمبرؐ کے بعد آپ کے مقرر کردہ امام و ہادی کی معرفت و اطاعت بھی واجب ہے۔

لیکن پیغمبرؐ کے بعد مسلمانوں کی قائم ہونے والی حکومت کے فرمانروا چونکہ مسلمہ طور پر پیغمبرؐ کے اکثر احکام کی نافرمانی اور آنحضرت کی پیروی سے انحراف کرتے رہے تھے لہذا بعد میں آنے والے مسلمانوں نے ان کی طرفداری اور عقیدت کی وجہ سے یہ راہ نکالی کہ انہوں نے پیغمبرؐ کے احکامات کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور یہ کہا کہ جو احکامات آنحضرتؐ نبی و رسول کی حیثیت سے دیتے تھے صرف ان ہی احکامات میں پیغمبرؐ کی اطاعت واجب تھی اور جو احکامات آنحضرت بحیثیت انسان دیتے تھے ان کی نافرمانی اور انحراف میں کوئی حرج نہیں تھا جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے اس بارے میں کہا ہے اور علامہ شبلی نے بھی "الفاروق" میں یہی موقف اختیار کیا ہے۔

لہذا آیئے اب یہ دیکھتے ہیں کہ کیا پیغمبرؐ کے احکامات کا اس طرح سے تجزیہ جائز اور درست ہے اور فی الحقیقت پیغمبر کی اطاعت کا مطلب کیا؟

پیغمبر کی اطاعت کا مطلب کیا ہے؟

پیغمبر کا پہلا مقام و منصب

پیغمبرؐ کے فرائض میں سے ایک فریضہ خدا کے پیغام کا پہنچانا تھا اور خدا کے پیغام کو پہنچانے کی دو صورتیں تھیں۔

نمبر 1: آیات قرآنی کی تلاوت جو فرشتہ وحی آپ کے قلب مبارک پر نازل کرتا تھا جن میں وہ آیات بھی ہوتی تھیں جن میں امر و نہی کا بیان ہوتا تھا مثلاً " اقیموا الصلوٰۃ "،

maablib.org

اتواالزکوٰۃ،وغیرہ۔

نمبر2: خدا کےفرمان اوراحکام کواپنی ذاتی اورشخصی توضیحات کےساتھ بیان کرنا اورشخصی توضیحات اوربیانات سےمقصودوہ احادیث ہیں جن کےالفاظ تو خودپیغمبر کےاپنے ہوتے تھےلیکن ان کےمعانی ومطالب خدا کی طرف سےہوتے تھےاوراصطلاح میں اس کوحدیث کہاجاتا ہے۔

اوراسلامی احادیث میں خداوندتعالی کےبہت سےفرمان واحکام ایسے بیان ہوئے ہیں جوظاہراًتفصیلی طورسےقرآن میں واردنہیں ہوئے۔

لہذاخدا کے پیغاموں کوپہنچانے میں پیغمبر کا مقام ومنصب۔چاہےوہ تلاوت قرآن کےطریق سےہو یاحدیث کی زبان سےہو۔رسول اورپیغمبراورخداوندتعالی کے احکام کی تبلیغ اوربیان کرنے کےسوااورکچھ نہیں ہے۔

پیغمبر کادوسرامقام ومنصب

مذکورہ مقام کےمقابلہ میں پیغمبرگرامی اسلامؐ کاایک دوسرامقام بھی ہےجوخدا کےمقررہ کردہ ایک حکمران اورفرمانروا کا مقام ہےجوجامعہ اسلامی کوچلانے،اوران کی اصلاح کرنے کےلئے امرونہی کوصادرکرنے،جہادکاحکم دینے،عمومی رضا کارترتیب دینے اورکسی کولشکراسلام کی سپہ سالاری پرمقررکرنے وغیرہ وغیرہ سےمتعلق ہے۔

یہ موقع ہےوہ جس میں پیغمبرؐ کےحکم کی اطاعت اورپیروی لازم ہےاوران کی مخالفت نہیں کرنی چاہیےایسےہی مواقع پرآپ کی مخالفت گناہ اوراکثراوقات میں دین سے خارج ہونے کاسبب بن جاتا ہے۔

اوروہ آیات جن میں پیغمبرؐ کےحکم کی پیروی اوراطاعت کولازم وواجب قراردیا گیا ہےایسےہی مواقع کےلئے ہےاوراس موقع پرپیغمبر کا مقام ومنصب خدا کےمقررکردہ

MAAB 1431
maablib.org

ایک فرمانروا کا مقام ومنصب ہے جو اپنے ماتحتوں کوحکم کرتا ہے۔ایسے موقع پر پیغمبرؐ کامقام و منصب پیغام رسانی اوراحکام الٰہی کے پہنچانے اور تبلیغ کرنے کانہیں ہوتا۔

اور پیغمبرؐ کے حکم کی اطاعت اس حد تک ہونی چاہیے کہ اگر پیغمبر مسلمانوں کے خود اس کے اپنے ذاتی معاملات کے بارے میں بھی کوئی حکم صادر کریں تو مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ ان کے حکم کی اطاعت کریں اوران کی مخالفت نہ کریں۔

قرآن اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله و رسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم و من يعص الله و رسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً"(احزاب۔۳۶)

''جب خدااوراس کا رسول کسی کام کے بارے میں حکم اور فیصلہ کردیں تو مومن مرداور مومن عورتیں اس کی مخالفت نہ کریں ان کو اپنے اس کام میں خوداپنا کوئی اختیار نہیں رہتا جو شخص خدااوراس کے رسول کی مخالفت کرے گا وہ آشکارا طور پر گمراہ ہوگیا''۔

یہ آیت جو خدااور پیغمبرؐ کی نافرمانی کی بات کررہی ہے اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ پیغمبر، پیغام رساں کی حیثیت سے بات کررہا ہے کیونکہ اس صورت میں تو صرف خدا کی مخالفت اورنافرنی ہوگی نہ کہ پیغمبر کی مخالفت وفرمانی ،پیغمبر کی مخالفت اورنافرمانی تو اصی صورت میں سمجھی جائیگی جبکہ پیغمبر ایک فرمانروا اورایک حکمران کی حیثیت سے کوئی حکم صادر کریں اوران کا وہ حکم نہ مانا جائے۔

یہاں تک کے بیان سے ثابت ہوگیا کہ اطاعت صرف خدا کی واجب ہے اور انسانوں میں صرف خدائی اقتدار کے نمائندوں یعنی خدا کے مقرر کردہ عہدہ داروں نبی، رسول اور امام کی اطاعت واجب ہے ان کے علاوہ اور کسی کی اطاعت واجب نہیں ہے اور یہ اطاعت، اطاعت تشریعی ہے جو انسان کے تکامل وارتقاء کے لئے ہے لہذا اس اطاعت کا فائدہ صرف انسانوں کو ہی ہے اور وہ یہ ہے:

MAAB 1431
maablib.org

" وان تطیعوه تھتدوا " (النور۔۴۵)

''اگر تم اس کی اطاعت کروگے تو ہدایت یافتہ ہوجاؤ گے''

لیکن جس طرح انسانوں کے خدا کی اطاعت نہ کرنے سے خدا کے اقتدار میں کوئی خلل نہیں آتا اسی طرح سے خدائی اقتدار کے نمائندوں کی اطاعت کرنے سے خدائی اقتدار کے نمائندوں کے اقتدار میں بھی کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

اورخدائی اقتدار کا یہ سلسلہ باقاعدگی کے ساتھ جاری ہے پیغمبران الٰہی اپنے اپنے زمانہ میں خدائی اقتدار کی نمائندگی کرتے رہے ہیں اور پیغمبروں کے بعد ان کے وصی اور خدا کے مقرر کردہ ان کے جانشین یہ فریضہ ادا کررہے ہیں اور تمام پیغمبروں کے وصی اور جانشینوں کو ہمیشہ خدا ہی مقرر کرتا رہا ہے جس کو ہم اگلے عنوان میں مختصراً بیان کرتے ہیں۔

پیغمبروں کے جانشین کون بناتا ہے؟

اگر چہ قرآن کریم میں ۲۵ کے قریب انبیاء اور رسولوں کے نام اور واقعات، کچھ اختصار کے، اور کچھ کے ذرا تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں لیکن مستند روایات اور تاریخ کے قدیمی ماخذوں سے جو بات ثابت ہے وہ یہ ہے کہ خدا نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بشر کی ہدایت کے لئے بھیجے جن میں سے ۳۱۳ انبیاء رسالت کے منصب پر فائز تھے۔

اوراس بات میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس طرح انبیاء اور رسول خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے تھے اسی طرح خاتم الانبیاء سے پہلے جتنے انبیاء اور رسول گذرے ہیں ان سب نے اپنا اپنا وصی و جانشین خدا کے حکم سے خود اپنی زندگی میں مقرر کیا تھا اور کسی نبی یا کسی رسول نے اپنے جانشین کے تقرر کا کام امت کے سپرد نہیں کیا تھا۔

چونکہ یہ تاریخ کا ایک مستقل باب ہے لہذا تاریخ کی تمام معتبر کتابوں اور قدیمی ماخذوں میں یہ بات واضح اور صاف الفاظ میں لکھی ہوئی نظر آتی ہے کہ خاتم الانبیاء سے

MAAB 1431
maablib.org

پہلے جتنے رسول اورانبیاء گذرے ہیں ان سب نے اپنا جانشین خداوندتعالیٰ کے حکم سے خود اپنی زندگی میں ہی مقرر کردیا تھااورکوئی رسول اپنا جانشین مقرر کئے بغیراس دنیا سے رخصت نہیں ہوا۔

پس آدمؑ سے لے کرخاتم الانبیاء تک جتنے بھی انبیاءاور رسول گذرے انہوں نے اپنا جانشین حکم خدا کے مطابق خوداپنی زندگی میں ہی مقرر کیا تھااور آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی تک یہی سنت الٰہیہ اور سنت انبیاء رہی ہے۔

چنانچہ مشہور ومعروف مفسر علامہ فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں سورہ مریم کی آیہ مبارکہ:

" وانی خفت الموالی من ورائی و کانت امراتی عاقراً فهب لی من لدنا ولیا یرثنی و یرث من آل یعقوب و اجعله رب رضیا "

(مریم ٦۔٥)

''ذکریا نے کہا مجھے اپنے بعد اپنے بھائی بندوں سے اندیشہ ہے اورمیری زوجہ بانجھ ہے پس مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما، جو میرا بھی وارث ہواور آل یعقوب کا بھی وارث ہواور اسے میرے پروردگار اسے پسندیدہ قرار دے''

کی تفسیر میں حضرت ذکریؑا کے خوف کی وجہ اور اپنے اور آل یعقوب کے وارث کے لئے دعا کرنے کا سبب یوں بیان کرتے ہیں:

" والمختار ان المراد من الموالی الذین یخلفون بعده اما فی السیاسة او فی المال الذی کان له او فی القیام بامر الدین ، فقد کانت العادة الجاریة ان کل من کان الی صاحب الشرع اقرب فانه کان متعینافی الحیاة "

''یعنی یہاں پرموالی سے مراد وہ لوگ ہیں جو ذکریا کے بعد سیاست میں یا ان کے مال میں یاامر دین کے قیام کے لئے ان کے جانشین بنتے کیونکہ تحقیق قدیم سے یہی سنت

maablib.org

اور عادت جاری تھی کہ جو شخص صاحب شریعت کا اقرب اقربا ہوتا تھا وہ اس کی زندگی میں ہی خلیفہ و جانشین مقرر ہو جاتا تھا۔

ان سب رسولوں کا یہ عمل یقیناً اپنی مرضی یا خواہش کی بناء پر نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ یہ عمل خدا کے حکم اور اس کی ہدایت کے مطابق کیا کرتے تھے اور خداوند تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے کہ:

" ولن تجدلسنت الله تبديلا " (الاحزاب ۔۶۲)

''اللہ کی سنت میں تبدیلی نہیں ہوتی''

اور خداوند تعالیٰ نے خود اپنے پیغمبر ختمی مرتبت کو یہ حکم دیا تھا کہ:

" اولئک الذين هدينا هم فبهداهم اقتده " (الانعام ۔۹۰)

''اے میرے حبیب آدم سے لے کر تم تک جتنے پیغمبر آئے ان کو ہم نے ہی ہدایت کی تھی، لہذا تم بھی ان کی ہدایت کی پیروی کرو''۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ کیا خدا اپنی سنت کے نہ بدلنے کے اصول سے پھر گیا ہے یا پیغمبر آخری الزمان نے ایک لاکھ ایک کم چوبیس ہزار انبیاء کی عادت جاریہ اور سنت قدیمہ اور ہدایت ثابت کی خلاف ورزی کی ہے جبکہ انہیں خصوصی طور پر یہ حکم تھا کہ "فبهدا هم اقتده" جیسا کہ ان کو ہدایت دی گئی تم بھی ان کو دی گئی ہدایت کی پیروی کرو۔

یعنی کیا حضرت ختمی مرتبت کے وقت میں سنت الٰہیہ بدل گئی ہے اور خدا و رسول دونوں نے اپنا اپنا فرض ادا کرنا چھوڑ دیا ہے اور اپنی نمائندگی اور پیغمبر کی جانشینی کا اختیار لوگوں کو دے دیا ہے جیسا کہ پیغمبرؐ کے بعد مسلمانوں کی قائم ہونے والی حکومت کے طرفداروں اور عقیدتمندوں کا پروپیگنڈہ ہے یا خدا و رسول دونوں نے اپنا اپنا فرض پورے طور پر ادا کیا ہے جیسا کہ خدا کے حکم سے پیغمبر کے مقرر کردہ جانشینوں کے ماننے والوں کا نظریہ ہے اور پیغمبر کے بعد یہ دونوں نظریے قائم چلے آتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے۔

MAAB 1431
maablib.org

پیغمبرؐ کے جانشینوں کے تقرر کے بارے میں دو نظریے

جب ہم تاریخ کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں پیغمبرؐ خاتم کے جانشین کے تقرر کے بارے میں دو نظریے ملتے ہیں۔

اگر چہ مولانا مودودی نے صرف ایک ہی نظریہ پیش کیا ہے اور دوسرے نظریہ کو پیش کرنے سے آنکھیں چرائی ہیں اور اپنی کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں یکطرفہ ٹریفک جاری رکھی ہے لیکن ''مسعودی'' نے تفصیل کے ساتھ دونوں نظریوں کو بیان کیا ہے۔ہم پہلے مولانا مودودی کی کتاب خلافت وملوکیت کے صفحہ ۸۳ سے ان کا پیش کردہ نظریہ نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

''آنحضرتؐ کی براہ راست تعلیم وتربیت اور عملی رہنمائی سے جو معاشرہ وجود میں آیا تھا اس کا ہر فرد یہ جانتا تھا کہ اسلام کے احکام اور اس کی روح کے مطابق کس قسم کا نظام حکومت بننا چاہیے۔اگر چہ آنحضرتؐ نے اپنی جانشینی کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا لیکن مسلم معاشرے کے لوگوں نے خود یہ جان لیا کہ اسلام ایک شوروی خلافت کا تقاضا کرتا ہے۔ (خلافت وملوکیت ص۔۸۳)

اور خلفائے راشدین کے خلیفہ بننے کے حالات بیان کرنے کے بعد صفحہ ۸۶ پر یوں نتیجہ نکالتے ہیں:

''ان واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خلافت کے متعلق خلفائے راشدین اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متفق علیہ تصور یہ تھا کہ یہ ایک انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورہ اور ان کی آزادانہ رضامندی سے قائم ہونا چاہیے''۔

یہ مولانا مودودی اور ان کے ہم خیال تمام مفکرین کا پیش کردہ نظریہ ہے۔

لیکن مشہور مورخ علامہ مسعودی اپنی تاریخ مروج الذہب جزء 1 ص ۳۹ پر

MAAB 1431
maablib.org

سابقہ انبیاء کے جانشینوں کے تقرر کا جو بذریعہ وصیت ہوتا رہا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" وكانت الوصية جارية تنتقل من قرن الىٰ قرن الى ادى الله النور الى عبدالمطلب ولده عبدالله الى رسول الله صلى الله عليه وسلم و هذا موضع تنازع الناس فيه من اهل الملة ممن قال بالنص وغيرهم من اصحاب الاختيار .

والقائلون بالنص هم الاباضية اهل الامامة من شيعة علي ابن ابي طالب رضي الله عنه والطاهرين من ولده والذين زعموا ان الله لم يخل عصراً من الاعصار من قائم بحق الله اما انبياء و اما اوصياء منصوص عن اسمائهم و اعيانهم من الله و رسوله .

واصحاب الاختيار هم فقها الامصار والمعتزله و فرق من الخوارج و المرجئة و كثير من اصحاب الحديث والعوام و فرق من الذيلديه فزعم هولاء ان الله و رسوله فوض الى الامة ان تختار رجلاً منها فتنصيبه لها اماماً " (مروج الذہب مسعودی جزء 1 ص 39)

"یعنی اسی طرح سے یہ وصیت ایک زمانے سے دوسرے زمانے تک منتقل ہوتی رہی یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے اس نور کو صلب عبدالمطلب میں اور عبداللہ والد محمد مصطفیٰ میں ودیعت کیا۔

اب یہ وہ مقام ہے جہاں پر اہل اسلام تنازعہ کرتے ہیں ایک تو وہ جماعت ہے جو نص (امامت بالنص) کی قائل ہے اور دوسرے لوگ اختیار کے قائل ہیں۔

امامت بالنص کے قائل حضرت علی ابن ابی طالبؑ اور ان کی اولاد مطہرین کے شیعہ ہیں جن کا اعتقاد یہ ہے کہ کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں ہے وہ امام یا تو نبی ہوگا یا اس کا وصی جس کو خدا اور رسول نص کے ساتھ مقرر کر دے۔

maablib.org

اوراصحاب الاختیار فقہاء،معتزلہ،خوارج کے فرقے ،مرجیہ،اصحاب الحدیث کی اکثریت عوام الناس اور زیدیہ کے کچھ فرقے ہیں۔

ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ خدا ور سول نے امت کو یہ اختیار سپرد کر دیا ہے کہ وہ اپنے میں سے کسی کو اپنا امام مقرر کر لیں''

آیئے اب یہ دیکھتے ہیں کہ مولانا مودودی نے جو نظریات پیش کیے ہیں ان میں تحقیق طلب تنقیحات کیا ہیں۔

مولانا مودودی کے پیش کردہ نظریات میں تحقیق طلب تنقیحات

جب ہم مولانا مودودی کے پیش کردہ نظریات میں غور کرتے ہیں تو درج ذیل تنقیحات برآمد ہوتی ہیں۔

تنقیح نمبر 1: کیا واقعاً رسول اللہ نے اپنے جانشین کا تقرر نہیں کیا تھا؟

تنقیح نمبر 2: کیا واقعاً مسلم معاشرے نے یہ جان لیا تھا کہ اسلام ایک شوروی خلافت کا تقاضا کرتا ہے۔

تنقیح نمبر 3: کیا واقعاً اصحاب رسول کا یہ متفق علیہ تصور تھا کہ یہ ایک انتخابی منصب ہے جسے مسلمانون کے باہمی مشورے اور ان کی آزادانہ رضامندی سے قائم ہونا چاہیے:

نوٹ: ہمارا مقصد ہرگز کسی کی توہین نہیں لیکن مذکورہ تنقیحات کو ثابت کرنے کے لئے مستند تاریخوں اور حدیث کی کتابوں سے جن واقعات اور احادیث کا نقل کرنا ناگزیر ہے صرف مذکورہ تنقیحات کو ثابت کرنے کے لئے ان کو نقل کیا جارہا ہے۔

اب ہم اس حصہ میں صرف تنقیح نمبر 1 پر تحقیق پیش کریں گے۔

MAAB 1431
maablib.org

کیا واقعاً رسول اللہ نے اپنے جانشین کا تقرر نہیں کیا تھا؟

اگر کوئی محقق غیر جانبدارانہ طور پر تحقیق کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ نہ تو سنت الٰہیہ بدلی ہے اور نہ پیغمبر ختمی مرتبت نے انبیاء کی اس سنت جاریہ کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ جہاں تک تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کسی نبی نے اتنی مرتبہ اور اتنے طریقوں سے اپنے وصی، اپنے خلیفہ اور اپنے جانشین کی جانشینی کا اعلان نہیں کیا جتنی مرتبہ اور جتنے طریقوں سے پیغمبر ختمی مرتبت نے اپنے وصی، اپنے خلیفہ اور اپنے جانشین کی جانشینی کا اعلان فرمایا ہم ان میں سے چند کا تحقیقی بیان ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

نمبر 1: دعوت ذوالعشیرہ میں اعلان جانشینی

اکثر مورخین نے اس واقعہ کو لکھا ہے، ہم تاریخ ابوالفداء کی عبارت نقل کرتے ہیں جو اس طرح ہے:

جب آیہ ''انذر عشیرتک الاقربین'' نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے تمام بنی عبدالمطلب کو جمع کیا اور ان کے سامنے اپنی رسالت کا اس طرح سے اعلان فرمایا:

" قال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اعلم انساناً في العرب جاء قومه با فضل ما جئتكم به جئتكم بخير الدنيا والاخرة و قد امرني الله تعالىٰ ان ادعوكم اليه فايكم يوازرني على هذا الامر على ان يكون اخي و وصي و خليفتي فيكم فاحجم القوم جميعاً "

(تاریخ ابوالفداء جزء اول ص ۱۱۶)

میں عرب میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر لایا ہو جو میں تمہارے لئے دین و دنیا کی نیکی لایا ہوں اور بہ تحقیق مجھے خداوند تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تم

کو اس امر کی طرف بلاؤں پس تم میں سے کون ہے جو اس امر رسالت میں میرا بوجھ بٹائے، میرا وزیر ہو اور اس امر میں میرا بھائی میرا وصی اور میرا خلیفہ ہو تو ساری قوم پر خاموشی کا سناٹا چھا گیا اور جب علیؑ نے کھڑے ہو کر آپ کا بوجھ بٹانے کا اعلان کیا تو پیغمبرؐ نے علیؑ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

"فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم برقبة علي و قال ان هذا اخي و وصي و خليفتي فيكم فاسمعوا له واطيعو افقال القوم يضحكون و يقولون لا بي طالب قد امرک ان تسمع لابنک و تطع"

"پس آنحضرتؐ نے علیؑ کی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا: اے لوگو! یہ میرا بھائی، میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے پس تم سب اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو اس پر تمام لوگ ہنستے اور ٹھٹھہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابو طالب سے کہا: یہ تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو"۔ (تاریخ ابوالفداء جزء اول ص ۱۱۶)

اس واقعہ کو تمام مورخین و محدثین نے نقل کیا ہے۔ ہم ذیل میں چند کتابوں کے حوالے البلاغ المبین سے درج کرتے ہیں:

تاریخ طبری جزء ثانی ص ۲۱۷ تاریخ کامل جزء ثانی ص ۲۲

تاریخ حبیب السیر جلد اول جزء ثالث ۱۶۰

البدایہ والنہایہ جزء ثالث ص ۴۰

کنز العمال جزء سادس ص ۳۹۲ حدیث ۶۰۰۸ وغیرہ

ریاض النضرہ جزء ثانی ص ۱۶۸ و ۲۰۳

مسند احمد حنبل جزء اول ص ۳۳۱

مستدرک حاکم علی الصحیحین جزء ثالث ص ۱۳۳

منہاج السنۃ ابن تیمیہ جزء رابع ص ۸۰

MAAB 1431
maablib.org

روضۃ الصفا جلد۲ص ۲۷۸ و ۲۷۹ وغیرہ وغیرہ۔

دعوت ذوالعشیرہ میں پیغمبرؐ کے اس اعلان سے ثابت ہوا کہ پیغمبرؐ نے اپنی رسالت کے اعلان کے ساتھ ہی اپنے وصی، اپنے خلیفہ اور اپنے جانشین کا اعلان بھی کر دیا تھا۔

اور اپنی رسالت کے اعلان کے ساتھ ساتھ اپنے خلیفہ و جانشین کا اعلان کر کے سب سے پہلا حکم جو پیغمبر نے اس بات کے اظہار کے طور پر دیا کہ خدا کی طرف سے میری اطاعت تم پر فرض کر دی گئی ہے یہ تھا کہ تم علیؑ کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔

اور یقینی طور پر وہ سارا مجمع جو اس دعوت میں شریک تھا وہ بھی پیغمبرؐ کے اس ارشاد گرامی سے یہی مطلب سمجھا تھا کہ یہ علیؑ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے لہذا انہوں نے ہنستے ہوئے ٹھٹھہ کرتے ہوئے اور مزاق اڑاتے ہوئے ابو طالبؑ سے کہا کہ لو اب تم اپنے بیٹے کی اطاعت کرنا یہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی اطاعت کرو۔

حدیث کی اقسام میں سے ایک قسم تقریری ہے یعنی جب پیغمبرؐ کے سامنے کوئی بات کہی جائے اور پیغمبرؐ نے اس کو رد نہ کیا تو وہ بھی حدیث پیغمبر ہی شمار ہوتی ہے گویا یہ بات پیغمبرؐ نے ہی فرمائی ہے اور تاریخ وحدیث کی کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں یہ لکھا ہوا کہ بنی عبدالمطلب کے اس مجمع میں جب ابو طالبؑ سے یہ کہا جا رہا تھا کہ :بو اب تم اپنے بیٹے کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا"تو پیغمبرؐ نے اس کی تردید فرمائی ہو۔

ویسے تو اس مجمع میں علیؑ سے سب ہی بڑے اور بزرگ تھے اور باپ کے علاوہ اکثر تائے اور چچا ہی تھے لیکن باپ کو مخاطب کر کے کہنا ایک خاص معنی رکھتا ہے:

پیغمبرؐ اس بات کی تردید کر بھی کیسے سکتے تھے، پیغمبرؐ کو خدا کا یہ فرمان معلوم تھا کہ:

"وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله" (النساء۔۶۴)

"ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس کی اطاعت فرض ہے"۔

لہذا جب میں یہ حکم دے رہا ہوں کہ یہ علی میرا خلیفہ، میرا وصی اور میرا جانشین ہے

MAAB 1431
maablib.org

لہذا تم سب اس کی اطاعت کرنا تو اس صورت میں اس کی اطاعت کرنا ایسے ہی میری اطاعت ہوگا جیسا کہ میری اطاعت کرنا خود خدا کی اطاعت کرنا ہے:

" ومن یطع الرسول فقد اطاع الله" (النساء۔۸۰)

''جو رسول کی اطاعت کرتا ہے اس نے اللہ کی ہی اطاعت کی ہے''

اور اسی لئے ایک دوسرے مقام پر بالفاظ واضح بھی فرمادیا کہ ''علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے''۔

" عن ابی ذر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بعلی ابن ابی طالب رضی الله عنه۔:

"من اطاعک فقد اطاع الله و من عصانی فقد عصا الله و من اطاعک فقد اطاعنی و من عصاک فقدعصانی "

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی اور جس نے اے علیؑ تیری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے تیری نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی''۔

مستدرک علی الصحیحین جزء ثالث کتاب معرفۃ الصحابہ ص ۱۲۱۔۱۲۸

ریاض النضرۃ جزء ثانی باب رابع فصل سادس ص ۱۶۷

کنز العمال جزء سادس ص ۵۶ احدیث ۱۲۵۹۱۔ وغیرہ وغیرہ

مطابق نقل البلاغ المبین جلد اول ص ۳۶۱۔۳۶۲

بہر حال دعوت ذوالعشیرہ میں اعلان رسالت کے بعد پیغمبر اکرمؐ نے جو سب سے پہلا حکم صادر فرمایا وہ یہ تھا کہ تم علیؑ کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

maablib.org

گویا پیغمبر نے اپنی رسالت کے اعلان کے ساتھ ہی علیؑ کے اولی الامر کے منصب پر فائز ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔

اور بعض دانشوروں کا یہ کہنا کہ دعوت ذوالعشیرہ میں ایک محدود مجمع تھا اور یہ اعلان اطاعت بنی عبدالمطلب کے لئے تھا صحیح نہیں ہے کیونکہ جب پیغمبرؐ نے اپنی رسالت کا اعلان محدود مجمع کے سامنے کیا تو اس مجمع کے سامنے علیؑ کی اطاعت فرض ہونے کا اعلان کیا۔

اور جب دائرہ رسالت وسیع ہوتا گیا تو مختلف عنوانات کے ساتھ پیغمبرؐ علیؑ کی اطاعت کا اعلان ان کے سامنے بھی کرتے رہے۔

چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایات کے علاوہ ایک اور حدیث میں یوں آیا ہے۔

" قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان الله قد فرض عليكم طاعتي و نهاكم عن معصيتي و فرض عليكم طاعت علي بعدي، و نهاكم عن معصيته و هو وصي و وارثي و هو مني و انا منه ، حبه ايمان، و بغضه كفر ، محبه محبي و مبغضه مبغضي و هو مولا من انا مولاه و انا مولیٰ كل مسلم و مسلمة و انا هو ابوا هذالا مة "

"پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا بہ تحقیق خدا نے تم تمام مسلمانوں کے اوپر میری اطاعت فرض کر دی ہے اور میری نافرمانی سے تم کو منع کیا ہے اور اسی طرح اس نے میرے بعد علی کی اطاعت تم پر فرض کی ہے اور اس کی نافرمانی سے تم کو منع کیا ہے اور وہ میرا وصی و وارث ہے وہ مجھ سے اور میں اس سے ہوں علیؑ کی محبت ایمان ہے اور علیؑ سے بغض رکھنا کفر ہے اس کا دوست میرا دوست ہے، اس سے بغض و عناد رکھنے والا میرا دشمن ہے وہ ان سب کا آقا و حاکم ہے جن کا میں آقا و حاکم ہوں اور میں ہر مسلم و مسلمہ کا حاکم و آقا ہوں میں اور علیؑ اس امت کے دو باپ ہیں۔

maablib.org

ینابیع المودۃ جزء اول باب ۴۱ص ۱۲۳ ریاض النضرۃ جزء ثانی باب رابع ص ۱۷۲
ارجع المطالب باب ۴ص ۵۹۵ وغیرہ وغیرہ مطابق نقل البلاغ المبین جلد اول

اس حدیث مبارک میں چند باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں:

اول یہ کہ پیغمبرؐ فرماتے ہیں:

" و فرض علیکم طاعته علی بعدی و نهاکم عن معصیته "

"یعنی اللہ نے ہی میرے بعد تم پر علی کی اطاعت فرض کی ہے اور اس کی نافرمانی سے تم کو منع کیا ہے"۔

پیغمبرؐ کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ علی کی اطاعت کا حکم اللہ نے دیا ہے گویا علیؑ ہی اللہ کی طرف سے وہ اولی الامر ہے جس کی اطاعت کا حکم آیہ وافی ھدایہ:

" یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم " میں آیا ہے۔ (النساء۔۵۹)

اور حدیث کے آخر میں یہ فرما کر کہ:

" ھو مولا من انا مولاہ و انا مولا کل مسلم و مسلمة "

"یعنی وہ ان سب کا آقا و حاکم ہے جن جن کا میں آقا و حاکم ہوں اور میں ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت کا آقا و حاکم ہوں"

اور اس فقرے سے پہلے محبہ محبی کہہ کر "یعنی اس کا دوست میرا دوست ہے" یہ ثابت کر دیا کہ مولا کے معنی یہاں دوست نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا بیان پہلے آ چکا ہے بلکہ یہاں مولا کے معنی وہ آقا و حاکم ہے جس کی اطاعت فرض کی گئی ہے اور **انا مولا کل مسلم و مسلمة** کل کا قرینہ بھی یہی کہتا ہے۔

بعض مفکرین نے یہ بھی کہا ہے کہ ذوالعشیرہ کی دعوت میں جس وقت پیغمبرؐ نے اعلان جانشینی فرمایا اس وقت تو کوئی حکومت ہی قائم نہیں ہوئی تھی لہذا اس وقت خلیفہ بنانے

maablib.org

کا کوئی معنی نہیں ہے مگر ان مفکرین نے اس بات کی طرف غور نہیں کیا کہ پیغمبرؐ کی اطاعت حکومت کے حاصل ہونے کے بناء پر فرض نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ آیہ "وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله " کے ماتحت فرض تھی: کہ ہم نے کوئی رسول ایسا نہیں بھیجا جسکی اطاعت فرض نہ کی گئی ہو۔

حالانکہ بہت کم رسول ایسے ہوئے ہیں جن کو ظاہری حکومت حاصل ہوئی پس جن رسولوں کو حکومت ظاہری حاصل نہیں ہوئی تھی اطاعت بھی ان کی فرض تھی اور اہل ایمان کے خدا کی طرف سے اصل فرمانروا وہی تھے اور ان رسولوں کے خلفاء اور اوصیاء اور جانشینوں کی اطاعت بھی اسی طرح فرض تھی جس طرح ان رسولوں کی اطاعت فرض تھی۔

۲۔تمام امت کے لئے اعلان جانشینی

جولوگ دعوت ذوالعشیرہ کے اعلان کو ایک محدود مجمع کا اعلان قرار دے کر اس کی اہمیت کو گھٹانا چاہتے ہیں ان کے لئے اس حدیث کے علاوہ جو ابھی ابھی بیان ہوئی ایک اور حدیث بھی ہے جو تمام امت پر پیغمبر کی جانب سے علی کے جانشین ہونے کو بیان کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے علیؑ سے فرمایا:

" یا علیؑ انت تبرء ذمتی و انت خلیفتی فی امتی "مودۃ القربیٰ۔مودہ رابعہ

"یعنی اے علی تم میری ذمہ داری کو پوری کرو گے اور تم ہی میری امت میں میرے خلیفہ و جانشین ہو"۔

علمائے اہل سنت کو بھی اس حدیث کی صحت سے انکار نہیں ہے چنانچہ فاضل روبھان جیسا مخالف بھی اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"ہم بھی تو علیؑ کو چوتھے نمبر پر خلیفہ رسول مانتے ہیں"

فاضل روزبھان کی یہ تاویل کہاں تک صحیح ہے، اس کی خود حدیث کے الفاظ

MAAB 1431
maablib.org

" انت تبر ء ذمتی " یعنی اے علیؑ تم میری ذمہ داریاں پوری کرو گے" تر دید کر رہے ہیں لہذا یہ چوتھے نمبر کی بات نہیں ہے۔

جہاں تک محدود دائرے کا سوال ہے تو خود خداوند تعالیٰ نے پیغمبرؐ کی رسالت کا آغاز محدود دائرے سے کرایا سب سے پہلے یہ حکم ہوا کہ پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

" وانذر عشیرتک الاقربین " (الشعرا۔۲۱۴)

اس کے بعد حکم ہوا کہ تمام قوم قریش کا ڈراؤ۔

" یا ایھا المدثر قم فانذر " (مدثر۔۱)

اس کے بعد اعلان کیا کہ اس نے مکہ کے رہنے والوں میں ایک رسول بھیجا۔

" ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً " (جمعہ۔۲)

اس کے بعد اعلان کیا کہ اے رسول ہم نے تم کو سب انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا۔

" وما ارسلناک الا کافة للناس " (سبا۔۲۸)

اور پھر پیغمبرؐ سے یہ اعلان کرایا کہ: " کہہ دیجئے اے لوگوں میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں"۔

" قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً "(الاعراف۔۲۰)

اور اس کے بعد یہ اعلان کیا کہ ہم نے تم کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

" وما ارسلناک الا رحمة للعالمین " (الانبیاء۔۱۰۷)

عالمین کے لئے اعلان جانشینی

وہ غیر مسلم جو خدا کا صرف یہ اعلان پڑھ کر کہ:

"اس نے مکہ والوں میں پیغمبرؐ کو رسول بنا کر بھیجا" (جمعہ۔۲)

MAAB 1431
maablib.org

یہ کہتے ہیں کہ وہ صرف مکہ والوں کے لئے رسول ہیں، انہوں نے قرآن کریم کے مذکورہ تمام اعلانات سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف ابتدائی اعلان سے استدلال کیا ہے اور باقی اعلانات کو چھوڑ دیا ہے اسی طرح مسلمان جو ذوالعشیرہ کے اعلان کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ وہ صرف بنی عبدالمطلب کے لئے تھا یہ بھول جاتے ہیں کہ بنی عبدالمطلب کے سامنے تو پیغمبرؐ نے اپنی رسالت کا اعلان بھی ان الفاظ میں کیا تھا کہ:

''میں عرب میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر لایا ہو جو میں تمہارے لئے دین و دنیا کی نیکی لایا ہوں''

اس اعلان کی رو سے تو پیغمبرؐ بھی صرف اپنی قوم کے لئے رہ گئے''۔

لیکن پیغمبر کے اعلانات کی ترتیب سے صاف ظاہر ہے کہ جب پیغمبر بنی عبدالمطلب کے سامنے تھے تو ان میں اپنی رسالت کے اعلان کے ساتھ اپنے جانشین کا اعلان کر رہے تھے۔

اور جب امت کا سامنا ہوا تو امت کے لئے اپنے جانشین کا اعلان فرمایا اور جب عالمین کا رسول ہونے کے نکتۂ نظر سے اعلان کیا تو فرمایا:

" ھو مولاً من انا مولاہ "

یعنی علیؑ ان سب کا آقا و حاکم ہے جن جن کا میں حاکم و آقا ہوں۔

اور اس بات کو مقام غدیر پر ایک لاکھ چوبیس ہزار کے مجمع میں دہرایا جس کی تفصیل آگے آئیگی۔

مختلف طریقوں سے اعلان جانشینی

ہم نے سابقہ صفحات میں بیان کیا تھا کہ کسی نبی نے اتنے اہتمام سے اتنے طریقوں سے، اتنی مرتبہ اور اتنے مقامات پر اپنے جانشین کی جانشینی کا اعلان نہیں کیا جتنے

MAAB 1431
maablib.org

اہتمام سے، جتنے طریقوں سے، جتنی مرتبہ اور جتنے مقامات پر ختمی مرتبتؐ نے اپنے جانشین کا اعلان فرمایا:

ہم ان میں سے چند طریقوں کا بیان مختصر طور پر ذیل میں پیش کرتے ہیں:

الف۔ حدیث ولایت کے ذریعہ

دعوت ذوالعشیرہ میں پیغمبرؐ نے علیؑ کو اپنا وصی اور اپنا خلیفہ متعارف کرایا تھا اس حدیث میں علیؑ کو اپنے بعد کے والی و حاکم کے عنوان سے متعارف کرارہے ہیں پیغمبر گرامی کا ارشاد ہے:

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان علیا منی و انا منہ و ھو ولی کل مومن من بعدی''

''رسول اللہ نے فرمایا: کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ میرے بعد سارے مومنین کا والی و حاکم ہے''

آنخضرتؐ کے ان اقوال میں سے جو امر خلافت میں نص ہیں یہ حدیث ولایت اپنے مدعا پر نہایت صریح اور صاف ہے اور بلاواسطہ طریقہ سے دلالت کرتی ہے۔

یہ حدیث متعدد طریق سے ثقہ راویوں کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہے اور اس کو بے شمار محدثین کرام و محققین عظام اور مورخین اسلام نے نقل کیا ہے۔ان بے شمار کتابوں میں سے ہم چند کا حوالہ البلاغ المبین کی نقل کے مطابق ذیل میں پیش کرتے ہیں:

مسند ابو داؤد ص ۱۱۱ حدیث ۸۲۹ ص ۳۶۰ حدیث ۲۷۵۲

مسند احمد حنبل جزء اول ص ۳۳۱ وغیرہ

خصائص نسائی ص ۴۲

مستدرک علی الصحیحین للحاکم جزء ۳ ص ۱۱۰۔۱۱۱۔۱۲۸۔۱۳۳۔۱۳۴

maablib.org

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ص ۴۷۰

ریاض النضرہ جزء ۲ فصل ۶ ص ۱۷۰۔۱۷۱۔۲۰۴

میزان الاعتدال ذھبی جزء اول ص ۱۹۰

فتح الباری شرح صحیح بخاری جزء ۸ ص ۵۳

صواعق محرقہ ابن حجر مکی باب ۹ فصل ۲ حدیث ۲۵ ص ۷۴

کنز العمال جزء ۶ ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۰۱ وغیرہ وغیرہ

البدایہ والنھایہ ابن کثیر جزء ۷ ص ۳۳۸۔۳۴۳۔تا ۳۴۵۔

منھاج السنۃ ابن تیمیہ جز ۳ ص ۸

وغیرہ وغیرہ دیگر کتابیں

ان تمام کتابوں کی عبارات کا نقل کرنا تو باعث طوالت ہوگا ہم صرف ایک کتاب کی عبارت۔ جو صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے۔ھدیہ قارئین کرتے ہیں:

ترمذی شریف میں ہے کہ یمن کی جنگ سے واپسی پر چار صحابہ پیغمبر نے پیغمبرؐ سے علیؑ کی شکایت کی چنانچہ عمران ابن حصین کہتے ہیں:

" فقام احد فقال یا رسول الله الم تر الیٰ علی ابن ابی طالب صنع کـذا کذا. فاعرض عنه رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم قام الثانی فقال مثل مـقـالتـه فـاعـرض عـنـه رسول الله صلی الله علیه وسلم ، ثم قام الیه الثالث فقال مثل مقالته فاعرض عنه رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم قام الـرابـع فـقـال مثل ماقالو افاقبل رسول الله صلی الله علیه وسلم و الغضب یـعرف فی وجهه فقال ما تریدون من علی . ما تریدون من علی. ما تریدون من علی . علیاً منی و انا منه و هو ولی کل مومن من بعدی"

(ترمذی شریف باب فضائل علیؑ)

maablib.org

عمران ابن حصین کہتے ہیں کہ ان چار صحابیوں میں سے ایک نے کھڑے ہوکر کہا کہ یا رسول اللہؐ کیا آپ نے علی ابن ابی طالبؑ کی طرف نہیں دیکھا کہ انہوں نے ایسا ایسا کیا، پس آنحضرتؐ نے اس کی طرف سے منہ پھیرلیا، پھر دوسرے صحابی کھڑے ہوئے اور وہی کہا جو پہلے نے کہا تھا ان سے بھی حضرت نے اپنا رخ پھیرلیا، پھر تیسرے صحابی کھڑے ہوئے اور وہی بات کہی جو پہلوں نے کہی تھی، آنحضرتؐ نے ان سے بھی اپنا رخ پھیرلیا اس کے بعد چوتھے صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی وہی بات کہی جو پہلوں نے کہی تھی تب آنحضرتؐ ان کی طرف پلٹ پڑے اور چہرہ مبارک سے آثار غضب ظاہر ہونے لگے اور فرمایا کہ تم علیؑ کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو، تم علی کے ساتھ کیا کرنا چاہتے، تم علیؑ کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو، علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد تم سب کا والی و حاکم ہے''

یعنی جو کچھ علی نے کیا ہے وہ علی کا حق ہے اب اس وقت وہ ولی عہد ہونے کی حیثیت سے یہ حق رکھتا ہے اور میرے بعد تو وہ تمہارا والی و حاکم ہے ہی اور تمہارا والی و حاکم ہونے کی حیثیت سے جو حق و اختیار مجھے حاصل ہے وہی حق اور اختیار اسے حاصل ہوگا''

اس حدیث ''ولی کل مومن من بعدی ''میں ''من بعدی '' کہنے کے بعد ولی کے معنی دوست کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

لہذا علمائے حکومت نے جب یہ دیکھا کہ ''من بعدی'' لکھنے سے ''ولی کل مومن '' کا ترجمہ ''کل مومنون کا دوست'' نہیں کیا جا سکتا تو مشکوۃ شریف میں حدیث مذکور کا اول و آخر ہی اڑا دیا جو یہاں پر لفظ ولی کا تعین کرتے تھے اور مختصر طور پر لکھ دیا کہ رسول خداؐ نے فرمایا: " علی مني و انا منه و هوولي کل مومن "

اب اس کا ترجمہ یہ کرنا۔ کہ علی مجھ سے اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ کل مومنون کا دوست ہے۔ آسان ہوگیا۔

maablib.org

MAAB 1431

لیکن مشکوۃ شریف میں اس حدیث کے آگے لکھا ہے:

''رواہ الترمذی'' یعنی اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث مشکوۃ شریف میں جامع الترمذی سے نقل کی گئی ہے کیونکہ مشکوۃ شریف، صحاح ستہ اور دیگر کتب کا جامع انتخاب اور مجموعہ ہے۔

اب ترمذی شریف کی عبارت کو غور سے پڑھیے جو ہم نے اوپر درج کر دی ہے جس سے ولی کا معنی دوست بن ہی نہیں سکتا۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ علمائے حکومت جانتے ہیں کہ رسول خداؐ نے یہ فرمایا ہے لیکن وہ حق اور حقیقت کو تسلیم کرنا نہیں چاہتے اگر ان کے غلط نظریہ پر زد پڑتی ہو تو وہ تحریف کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ یہی بات یہاں ہے چونکہ یہ بات ان کے مفاد اور عقیدے کے خلاف ہے لہذا اگر معنی میں تحریف کرنا ممکن نظر نہ آئے تو پھر حدیث میں کتر بیونت کر کے کانٹ چھانٹ کے ساتھ نقل کر کے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اور صاحب مشکوۃ کی یہ ایسی ہی ایک کوشش ہے۔

ترمذی کے علاوہ اس حدیث کو اور بھی بہت سے اصحاب سنن اور محدثین نے نقل کیا ہے:

امام نسائی نے خصائص علویہ میں

امام احمد حنبل نے جلد ۴ص ۴۳۸ میں

امام حاکم نے مستدرک جلد ۳ص ۱۱۱ میں

علامہ متقی نے کنز العمال جلد ۶ص ۴۰۰ میں

غرضیکہ تقریباً ۱۵۲ علماء و محدثین نے اس حدیث کو اپنی اپنی کتاب حدیث میں نقل کیا ہے اور اس کے صحیح ہونے کی تصدیق کی ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے یہ حدیث صرف ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ متعدد مرتبہ کئی مقامات پر اور

MAAB 1431
maablib.org

کئی لوگوں کے سامنے اور کئی طریقوں سے بیان فرمائی ہے چونکہ تسلی کے لیے مذکورہ حوالے ہی کافی ہیں لہذا ہم اختصار کے پیش نظر باقی حوالوں کا بیان ترک کرتے ہیں۔

البتہ دو اور احادیث جن میں پیغمبرؐ نے اپنے بعد علیؑ کی حکومت کو تسلیم کرنے کی ہدایت فرمائی ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

زید ابن ارقمؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

" من اراد ان یحیی حیاتی و یموت مماتی و لیسکن جنة الخلد وعدربی فلیتول علی ابن ابی طالب فانه لن یخرجکم من هدی و لن یدخلکم فی ضلالة"

''جو شخص میرا جیسا جینا چاہتا ہو، اور میری موت مرنا چاہتا ہو اور جنت الخلد میں رہنا چاہتا ہو جس کا خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ علیؑ کی اطاعت کرے اور اس کو اپنا حاکم مانے کیونکہ وہ ہدایت سے تمہیں باہر نہیں کریں گے اور نہ ہی گمراہی میں تمہیں لے جائینگے۔

اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک جلد ۳ ص ۱۲۸ پر متقی نے کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۵ پر اور منتخب کنز العمال میں حاشیہ مسند جلد ۵ ص ۳۲ پر نقل کیا ہے۔ ایک اور روایات زیاد بن مطرف سے مروی ہے زیادہ کہتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

" من احب ان یحیی حیاتی و یموت میتتی و یدخل جنتة التی وعد ربی و هی جنت الخلد فلیتول علیا و ذریته من بعده فانهم لن تخرجوکم من باب هدی و لن یدخلوکم باب الضلالة "

''جسے یہ پسند ہو کہ میری زندگی جیے اور میری موت مرے، اور اس جنت میں داخل ہو جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے پس وہ علیؑ اور علی کے بعد انکی ذریت کی فرمانبرداری کرے اور انہیں کو اپنا حاکم مانے کیونکہ وہ راہ راست سے تمہیں کبھی علیحدہ نہ کریں گے اور نہ ہی کبھی گمراہی میں کبھی ڈالیں گے''۔

MAAB 1431
maablib.org

یہ حدیث کنزل العمال جلد ٦ص ١۵۵پر اور منتخب کنزالعمال پر حاشیہ مسند احمد جلد ۵ص ٣٢پر ملاحظہ کریں اس حدیث میں دو باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں ۔

نمبر 1: پیغمبرؐ نے اس حدیث میں علیؑ کی اطاعت کرنے اور ان کو حاکم ماننے کی علت بھی بیان فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کی اطاعت سے اطاعت کرنے والا ہدایت پر رہے گا اور گمراہ نہیں ہوگا۔

خداوند تعالیٰ نے پیغمبر کی اطاعت کی بھی یہی علت بیان فرمائی تھی ۔قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ پیغمبرؐ کی اطاعت کا حکم دینے کے بعد اس اطاعت کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

" وان تطیعوه تهتدوا " (النور۔۵۴)

''اگر تم پیغمبرؐ کی اطاعت کرو گےتو ہدایت پا جاؤ گے''

نمبر 2: قابل غور بات یہ ہے کہ پیغمبر نے اپنے بعد نہ صرف علیؑ کی اطاعت کا حکم دیا بلکہ اس حدیث میں علیؑ کے بعد ان کی ذریت کی اطاعت کا بھی واضح طور پر حکم فرمایا ہے۔

اس حدیث کےعلاوہ وہ حدیث سرور ہے جو مستدرک حاکم جلد٣ص ٢٨ ،وطبرانی وجامع کبیر والاصابہ ابن حجر عسقلانی وکنزالعمال جلد ٦ ص ١۵۵ ومناقب خوارزمی ص٣۴،و ینابیع المودۃ ص ١۴٩ وحلیۃ الاولیاء جلد ١ص ٨٦ وتاریخ ابن عساکر جلد٢ص ٩۵ پر آئی ہے اور جسے ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی نے اپنی کتاب تجلی میں مذکورہ حوالوں کے ساتھ نقل کیا ہے اس میں بھی علی کے بعد علیؑ کے جانشینوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ:

"فانهم عترتي خلقوا من طينتي و رزقوا فهمي و علمي "

''کیونکہ وہ میری عترت ہیں میرے طینت سے خلق ہوئے ہیں اور میرا علم وفہم ان کو بخشا گیا ہے''۔

یہاں یہ نکتہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ وہی اطاعت ہے جو خدا نے اپنے رسولوں

MAAB 1431
maablib.org

کے لئے فرض کی ہے چاہے ظاہری حکومت واقتدار ان رسولوں کے پاس ہو یا نہ ہو۔

''ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس کی اطاعت فرض کی ہے''۔ (النسا۔٦٤)

پس ابراہیمؑ کی اطاعت فرض تھی مگر حکمران نمرود تھا جس نے آپ کو آگ میں پھینکوایا۔

ذکریاؑ کی اطاعت فرض تھی مگر دنیاوی حکمران اور تھا جس نے ذکریاؑ کو آرے سے چروایا۔

یحییٰؑ کی اطاعت فرض تھی مگر دنیا کی حکومت دوسرے کے پاس تھی جس نے ان کا سر طشت میں رکھ کر قلم کروایا۔

پیغمبر آخر الزمانؐ کی اطاعت فرض تھی ان تیرہ سالوں میں بھی جبکہ آپ مکہ میں تھے مگر کفار کے ظلم سہہ رہے تھے۔

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے حضرت داوٗدؑ ،حضرت سلیمانؑ اور حضرت یوسفؑ کے سوا کسی کو غلبہ و سلطنت واقتدار نہ ملا اور مذکورہ انبیاء کو بھی خدا نے ہی یہ غلبہ و سلطنت واقتدار عطا کیا نہ وہ قہر و غلبہ سے برسر اقتدار آئے نہ عوام نے انہیں منتخب کیا بلکہ خدا کے پیدا کردہ اسباب کے ذریعہ یہ انبیا برسر اقتدار آئے اور اس سلطنت واقتدار کے ذریعہ قوانین شریعت کے نفاذ کے قابل ہو سکے اور اس میں شک نہں کہ نبی ہو یا رسول خدا کے حکم سے حکومت تو اسی کی ہوتی ہے اطاعت بھی اسی کی ہوتی ہے لیکن قوانین شریعت کے نفاظ کے لیے سلطنت واقتدار کی ضرورت ہوتی ہے اسی لئے

جب حضورؐ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ کو بارگاہ خداوندی میں دعا کی تعلیم یوں دی گئی۔

" قل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق واجعلنی من لدنک سلطانا نصیرا" بنی اسرائیل۔٨٠

MAAB 1431
maablib.org

''اے میرے حبیب اب تم یہ دعا کرو کہ اے میرے پروردگار مجھ کو پسندیدہ مقام پر پہنچائیو اور خوبی کے ساتھ مجھے یہاں سے لے جائیو اور میرے لئے اپنی طرف سے غلبہ اور سلطنت و اقتدار مقرر فرما دیجئیو جو تیرے دین کے لیے مددگار ثابت ہو''۔

گویا یہ پیغمبرؐ کو ایک طرح کی بشارت تھی کہ اب ہم اپنے احکام کے نفاذ کے لئے غلبہ دینے والے ہیں لہذا تم خود بھی اپنی طرف سے ہم سے یہ دعا کرو کہ مجھے ایسا غلبہ عطا فرما جو تیرے دین کے قیام اور تیری شریعت کے نفاذ کے لیے مددگار ثابت ہو۔

لہذا پیغمبرؐ نے یقینی طور پر یہ دعا کی اور خدا نے ان کی دعا کو قبول کرتے ہوئے انہیں ایسا غلبہ عطا فرمایا جس کے ذریعہ وہ قیام دین اور نفاذ شریعت کے قابل بن گئے۔

لیکن یہ غلبہ اس بات کا سبب نہیں بنا کہ اس سے پیغمبرؐ کی اطاعت فرض ہو گئی بلکہ پیغمبرؐ کی اطاعت تو خدا کی طرف سے مسلمانوں پر ہر صورت میں فرض تھی خواہ یہ غلبہ نہ بھی حاصل ہوتا۔

اس غلبہ سے پیغمبر اس قابل ضرور ہو گئے کہ وہ شریعت کا نفاذ کر سکیں لیکن اگر پیغمبرؐ کو یہ غلبہ حاصل نہ ہوتا تو شاید وہ بھی عملاً شریعت کو نافذ نہ کر سکتے۔

البتہ اس شریعت کی پابندی وہ شخص ضرور کرتا جو پیغمبر کی اطاعت کو خدا کا حکم سمجھ کر اپنا فرض سمجھتا۔

پیغمبرؐ کے بعد یہ فریضہ آپ کے جانشین کا ہے، اس کی اطاعت بھی پیغمبرؐ کی اطاعت کی طرح فرض ہے، اس کی اطاعت ہی اسلام کی اطاعت ہے اور یہی اسلام کا ملک ہے اور یہی اسلام کی حکومت ہے۔

فرق صرف یہ ہے کہ پیغمبرؐ کے جانشین کے پاس بھی اگر غلبہ و حکومت اور اقتدار ہو تو وہ بھی پیغمبرؐ کی طرف نفاذ شریعت پر قادر ہو سکے گا بصورت دیگر اس کی اطاعت فرض اور واجب ہونے کی وجہ سے اس کی اطاعت صرف وہ شخص کرے گا جو پیغمبرؐ کے جانشین کی

maablib.org

اطاعت کوخدااور اسکے رسول کا حکم سمجھ کربطور ادائیگی فرض کے اطاعت کرنا چاہے گا۔

لیکن دوسرے لوگ جوصرف غلبہ،سلطنت اور حکومت واقتدار کو ہی اصل چیز سمجھتے ہیں وہ اس کی اطاعت نہ کریں گےاور ان کا رخ فقط دنیاوی صاحبان اقتدار کی طرف ہوگا۔

ب۔ القابات وخطابات کے ذریعہ

پیغمبر اکرمؐ نے جہاں مختلف موقعوں پر اور مختلف مقامات پر اپنے اصحاب کے سامنےعلیؑ کے وصی ہونے ،خلیفہ ہونے ،ولی ہونے اور آقا ومولا ہونے کا اعلان فرمایا وہاں علیؑ کوایسے القابات وخطابات سے بھی نوازا جوآپ کی جانشینی پر صریح اور واضح دلیل ہیں ہم ان میں سے دو احادیث بطور نمونہ پیش کرتے ہیں:

نمبر1: عن عبدالله ابن سعد بن زراره قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة اسرى بعد انتهت اليٰ ربي عزوجل فاوحي الي او امرني (شک الراوی) في عليؑ ثبلاث انه سيد المسلمين و ولي المتقين و قائد الغر المحجلين"

"عبداللہ بن سعد بن زرارہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا نے کہ شب معراج جب میں انتہائی منزل پر اپنے خدا کے سامنے حاضر ہوا تو خداوند تعالٰی نے علیؑ کے متعلق ان تین امور کے بارے میں وحی فرمائی یا حکم دیا (راوی کووحی یا حکم کے لفظ میں شک ہے) کہ علیؑ مسلمانوں کے سردار ،متقین کے ولی اور سفید چہروں والوں کے پیشوااور قائد ہیں"

نمبر2: عن علي قال رسول الله صلي الله عليه واسلم انک سيد المسلمين و امام المتقين و قائد الغر المحجلين و يعسوب الدين "

"حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے مجھ فرمایا کہ یاعلیؑ تم مسلمانوں کے سردار،متقین کے امام،سفید چہروں والوں کے قائد اور دین کے رئیس وسربراہ ہو"۔

maablib.org

ریاض النضرہ جز ۲ باب ۴ فصل ۶ ص ۱۷۷

حاکم مستدرک علی الصحیحین جز ۳ ص ۱۲۸

کنز العمال جز ۶ ص ۱۵۷ حدیث ۲۶۲۵، ۲۶۲۶، ۲۶۲۸، ۲۶۳۰

وغیرہ وغیرہ اور دوسری کتابوں کے حوالے مطابق نقل البلاغ المبین جلد اول۔

ج۔ وصی کے اعلان کے ذریعہ

حضرت علیؑ کی جانشینی کا اعلان کرنے والی احادیث میں سے وہ احادیث بھی ہیں جن میں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ علی میرے وصی ہیں بطور نمونہ چند احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

نمبر 1: ''عن عبایه بن ربعی رضی الله عنه مرفوعاً انا سید النبیین وعلی سید الوصیین ان اوصیائی بعدی اثنا عشر اولهم علی و اخرهم القائم المهدی''

''عبایہ بن ربعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا کہ میں نبیوں کا سردار ہوں اور علی وصیوں کا سردار ہے میرے بعد بارہ وصی ہوں گے ان کا پہلا علی اور آخری مہدی قائم ہے''۔ مودۃ القربیٰ مودہ العاشرہ

ینابیع المودہ باب ۵۶

مطابق نقل البلاغ المبین۔

نمبر 2: ''عن بریده قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لکل نبی وصی و وارث وان علیا وصیی و وارثی''

''بریدہؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے اور علی میرا وصی اور وارث ہے۔

نمبر 3: ''عن عمر ابن الخطاب رضی الله عنه قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عقد المواخاة بین اصحابه ، قال هذا اخی فی الدنیا و الاخرة و

MAAB 1431
maablib.org

وصی فی امتی و وارث علمی و قاضی دینی "

"عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب پیغمبرؐ نے اصحاب کے درمیان عقد مواخاۃ قائم کیا تو رسول خداؐ نے فرمایا کہ یہ علی میرا بھائی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور یہ میری امت میں میرا وصی ہے، میرے علم کا وارث ہے اور میری ذمہ داریوں کو پورا کرنے والا ہے"۔

مودۃ القربیٰ مودۃ رابعہ وسادسہ

ینابیع المودۃ ص ۲۴۷۔۲۵۱۔۲۲۳

کنز العمال جزء سادس ص ۱۵۴ حدیث ۲۵۷۰

ریاض النضرہ جزء ثانی باب رابع فصل سادس ص ۱۷۸

مستدرک علی الصحیحین جز ثالث ص ۱۳۵

تاریخ روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۲۷۸، ۲۷۹

تاریخ ابی الفداء جزء اول ص ۱۱۶

تاریخ حبیب السیر جلد اول جز سوم ص ۱۶

وغیرہ وغیرہ اور دوسری کتابیں مطابق نقل البلاغ مبین جلد اول

د۔ حجۃ اللہ کے لقب کے ذریعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے القاب کے ذریعے سے وہ کام لیا جو بڑے بڑے تفصیلی جملوں اور عبارتوں سے ادا نہ ہو سکتا تھا ان میں سے ایک لقب جو آپ نے حضرت علیؑ کو دیا وہ "حجۃ اللہ" ہے۔

" عن انس بن مالک قال رایت رسول الله جالساً مع علی فقال انا و هذا حجة الله علی امتی یوم القیامة عندالله "

"انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خداؐ کو علیؑ کے ساتھ بیٹھے ہوئے

maablib.org

دیکھا، پس آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں اور یہ علی میری امت پر خدا کی حجت ہیں قیامت میں''

ریاض النضرہ جزء ثانی باب رابع فصل سادس ص ۱۹۳

کنزالعمال جزء سادس ص ۱۵۷ حدیث ۲۶۳۲

وغیرہ وغیرہ دیگر حوالے مطابق نقل ابلاغ المبین جلد اول

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً یہ بیان کردیا جائے کہ ''حجتہ اللہ'' کسے کہتے ہیں:

قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے

" رسلاً مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجتہ بعد الرسل " (النساء ۔۱۶۵)

''یعنی ہم نے یہ سارے کے سارے رسول بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بھیجے تاکہ لوگوں کی اللہ کے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے''۔

خدا نے چونکہ اپنے بندوں سے یہ پوچھنا ہے کہ انہوں نے اس کی احکام کی اطاعت کیوں نہیں کی اور جن کاموں سے اس نے روکا تھا وہ اس کے مرتکب کیوں ہوئے تو اگر خدا اپنی طرف سے یہ بتلانے والے ہادی نہ بھیجتا تو اس کے بندے یہ حجت پکڑ سکتے تھے کہ بار الٰہا تو نے ہمیں بتلایا ہی کب تھا کہ تیرا امر کیا ہے اور تو نے ہمیں بتلایا ہی کب تھا کہ تیرا امر کیا ہے اور تو نے کس چیز سے منع کیا ہے لہذا خدا نے اپنے رسولوں کو اولی الامر مقرر کر کے اس حجت کو تمام کردیا کہ ان کا حکم میرا حکم ہے اور ان کی نہی میری نہی ہے ۔لہذا اسی لئے وہ سب کے سب خدا کی حجت کہلاتے ہیں اور سرکار رسالت فرماتے ہیں کہ میری امت پر میں اور علیؑ خدا کی حجت ہوں گے۔

۵۔ حدیث سفینہ کے ذریعہ

maablib.org

ان احادیث میں سے جو اہل بیت کی اطاعت وپیروی کو سب پر واجب اور فرض قرار دیتی ہیں ایک حدیث ہے جو حدیث سفینہ کے نام سے مشہور ہے۔حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

" مثل اهل بيتی كمثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلف عنها هلک''

''تم میں میرے اہل بیت کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے نوح کی کشتی ، جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے تخلف کیا وہ ہلاک ہو گیا''۔

اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک جلد۳ ص ۱۵۱ پر ابو ذر سے نقل کیا ہے اور ابن اثیر نے بھی اپنی کتاب النھایہ میں نقل کیا ہے۔

و۔ حدیث ثقلین کے ذریعے

ان احادیث میں سے جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ پیغمبرؐ کے بعد بس اہل بیت کی اطاعت وپیروی ہی سب پر واجب ہے ایک حدیث ثقلین ہے اس حدیث کو ۱۸۵ سے زیادہ محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور تیس سے زیادہ صحابہ کرام نے اس کو روایت کیا ہے صرف امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں کم از کم دس موقعوں پر مختلف طرق کے ساتھ اس حدیث کا بیان ہونا نقل کیا ہے ان میں سے ایک طریقہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

" عن ابی سعيد الخدری قال قال رسول صلى الله عليه وسلم انی قد تركت فيكم ثقلين ما ان تمسكتم به لئن تضلوا بعدی الثقلين احدهما اكبر من الاخر كتاب الله حبل ممدود من السماء الى الارض و عترتی اهل بيتی الا و انهما لن يفترقا حتى يردا على الحوض ''

مسند احمد حنبل جز ثالث ص ۱۴، ۱۷، ۲۶

اس کے علاوہ مسند ہی کے جزء رابع ص ۳۶۷ و ۳۷۱ سعت جزء خامس ص ۱۸۲ او

MAAB 1431
maablib.org

۸۹ اپر بھی یہ حدیث مختلف طرق سے لکھی ہوئی ہے۔

نور الدین علی بن عبدالسمہودی نے بھی اپنی کتاب جواہر العقدین میں اس حدیث کو مختلف طریقوں سے بیان ہوا نقل کیا ہے چنانچہ وہ تیسرا طریقہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

" و لفظ الطريق الثالثه اني تارک فيکم الثقلين کتاب الله و اهل بيتي و انهما لن يفترقا حتي يردا علي الحوض و اخرجه الطبراني و زاد فيه عقب قوله انهما لن يفترقا حتي يردا علي الحوض ، سالت ربي ذالک لهما فلا تقدموهما فتهلکوا ولا تقصروا عنهما فتهلکوا ولا تعلموهم فانهم اعلم ملکم "

"تیسرا طریقہ روایت یہ ہے ،فرمایا آنحضرت نے کہ میں تمہارے درمیان دو عظیم القدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں کتاب اللہ اور میرے اہل بیت ۔وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ وہ روز قیامت حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں ،طبرانی نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے اور اس نے اس جملہ کے بعد کہ "یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ وہ روز قیامت حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں " یہ الفاظ مزید لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا: میں نے ان دونوں کے لئے اپنے رب سے یہ دعا کی تھی پس تم ان دونوں سے پیش قدمی نہ کرنا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے اور نہ ہی ان کی پیروی میں کوتاہی کرنا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے اور تم ان کو سکھانے کی کوشش بھی نہ کرنا ، کیونکہ وہ تم سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں"۔

ابن حجر مکی اپنی کتاب صواعق محرقہ میں حدیث ثقلین کے مختلف طریقوں اور موقعوں کا بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"و في بعض تلک الطرق انه قال ذالک بحجة الوداع بعرفة

MAAB 1431
maablib.org

وفي اخرى انه قال له بالمدينة في مرضه و قد امتلائت الحجرة باصحابه و في اخرى انه قال ذالک بغدير خم وفي اخرى انه قاله لما قام خطيبا بعد انصرانه من الطائف كما مر ولا تنافي اذ لا مانع من انه كرر عليهم ذالک في تلک المواطن و غير هما اهتماما لشان الكتاب العزيز والعترة الطاهرة " صواعق محرقہ ابن حجر ص ۸۹-۹۰-۱۳۵

"یعنی ان طرق میں سے بعض میں تو یہ ہے کہ یہ حدیث حجتہ الوداع میں عرفہ کے مقام پر بیان کی، اور بعض میں یہ آیا ہے کہ یہ حدیث آپ نے مدینہ میں اپنے مرض موت میں اس وقت بیان کی جب کہ آپ کا حجرہ اصحاب سے بھرا ہوا تھا، اور بعض میں یہ ہے کہ غدیر خم کے مقام پر بیان کی گئی اور بعض میں یہ ہے کہ طائف سے واپسی کے وقت آنحضرتؐ نے اس کو بیان کیا اور امر واقعہ یہ ہے کہ ان سب موقعوں پر اس حدیث کی تکرار آنحضرت نے کی ہے اور ان کے علاوہ بھی دیگر مقامات اور موقعوں پر آنحضرت نے اس حدیث کو بیان فرمایا ہے تا کہ قرآن شریف اور عترت طاہرہ کی عظمت لوگوں پر واضح ہو جائے"

اس سے ثابت ہوا کہ پیغمبرؐ نے اہل بیت کی اطاعت و پیروی کو واجب بتلانے کے لئے ایک مرتبہ نہیں بلکہ بار بار اور متعدد موقعوں پر بتلایا اور کھلے لفظوں میں بتلایا تا کہ اگر پہلے کسی کے کانوں میں یہ بات نہ پڑی ہو تو اب پڑ جائے اور پہلے کسی نے نہ سنا ہو تو اب سن لے۔

اور جب خدا اور رسول کے نزدیک اہل بیت طاہرین یعنی عترت رسول قرآن کے ہم پلہ اور ہم وزن ہیں تو جو قرآن کی شان ہے وہی ان کی شان ہے جس طرح قرآن کی پیروی اور اطاعت ہر مسلم پر فرض ہے اسی طرح اہل بیت طاہرینؑ یعنی عترت پیغمبر کی اطاعت بھی ہر ایک پر فرض اور لازم ہے۔ لہذا اب ان کی اطاعت کی پابندی سے مفر نہیں ہو سکتی، مجبور ہے انسان کہ بس انہیں کی پیروی و اطاعت کرے، کیونکہ کسی مسلمان کے لئے کتاب خدا کو چھوڑ کر کسی اور کتاب کو دستور العمل بنانا جائز نہیں ہے۔

MAAB 1431
maablib.org

تو جب کتاب خدا کو چھوڑ کر کسی دوسری کتاب کو اختیار کرنا مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے تو جو ہستیاں کتاب خدا کے ہم پلہ قرار دی گئی ہیں ان سے روگردانی کر کے کسی دوسرے کی اطاعت پیروی بھی جائز نہیں ہو سکتی۔

اس کے علاوہ پیغمبرؐ کا یہ فرمانا:

''میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے ایک کتاب خدا اور دوسرے میری عترت''۔

اس کا صریحی مطلب یہ ہے کہ جس نے ان دونوں سے ایک ساتھ تمسک نہ کیا دونوں کو ایک ساتھ اختیار نہ کیا دونوں کی ایک ساتھ اطاعت نہ کی وہ گمراہ ہو جائیگا۔

اس کی تائید اس حدیث ثقلین سے بھی ہوتی ہے جس کی طبرانی نے روایت کی جس میں آنحضرتؐ کے یہ الفاظ بھی ہیں:

''دیکھو ان سے آگے نہ بڑھنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ پیچھے رہ جانا ورنہ تب بھی ہلا ہو جاؤ گے اور انہیں کچھ سکھانا پڑھانا نہیں کیونکہ یہ تم سے زیادہ جانتے ہیں''

ابن حجر مکی کہتے ہیں کہ سرور کائنات کا یہ کہنا کہ:

''تم ان سے آگے نہ بڑھنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ ان سے پیچھے رہ جانا ورنہ تب بھی ہلاک ہو جاؤ گے اور انہیں کچھ سکھانا پڑھانا نہیں کیونکہ یہ تم سے زیادہ جانتے ہیں''

اس امر کی دلیل ہے کہ اہل بیت کے جو افراد مراتب عالیہ اور درجات دینیہ پر فائز ہوئے انہیں اپنے سوا تمام لوگوں پر تفوق اور برتری حاصل ہے۔

صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص ۱۳۹

ایک اہم نکتہ

یہاں پر ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم

MAAB 1431
maablib.org

اوراحادیث پیغمبرؐ اگر چہ قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں بلکہ تمام افرادبشر سے مخاطب ہیں لیکن ان کےاولین مخاطب وہی تھے جن سے پیغمبرؐ بالمشافہ طور پر بات کرتے تھےیا خطاب فرماتے تھے۔

پس علیؑ کے وصی ہونے ،خلیفہ ہونے ،ولی ہونے ،مولا ہونے ،سید المسلمین ہونے ،امام المتقین ہونے ،قائد الغر المحجلین ہونے اوران کی اطاعت و پیروی کے لئے مامورہونے کےسب سےاولین مخاطب پیغمبر گرامی قدر کےاصحاب گرامی ہی تھے۔

یعنی پیغمبرؐ نے سب سے پہلے ان ہی پرعلیؑ کی اطاعت وپیروی کوفرض کیا تھااور انہیں کےولی ،انہیں کے مولا ،انہی کے سردار،انہیں کے امام اورانہیں کے قائد ہونے کا اعلان کیا تھا۔

اور یہ اطاعت و پیروی وہی اطاعت و پیروی تھی جوخدا اپنے رسولوں کے لئے افرادبشر پرواجب قرار دیتا ہےخواہ ان میں کسی کے پاس حکومت ظاہری ہو یا نہ ہوجیسا کہ خودپیغمبراسلامؐ کے پاس بھی مکہ میں رہتے ہوئے کسی قسم کا ظاہری غلبہ وحکومت واقتدارنہیں تھا۔مگرمسلمانوں پرخدا کی طرف سےانہیں کی اطاعت فرض تھی:

" وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله" (النساء۔۶۴)

"اورہم نے جوبھی رسول بھیجااس کی اطاعت فرض اورواجب تھی"

اوراس اطاعت و پیروی کی علت سب کے لئے وہی تھی جوپیغمبر کے لئے بیان فرمائی:

" وان تطیعوه تهتدوا" (النور۔۵۴)

"اگرتم اس کی اطاعت کروگےتوہدایت پاجاؤ گے"۔

پس تمام رسولوں کی اطاعت وپیروی کا منشاہدایت یافتہ ہونا اورگمراہی سے بچنا ہےاوراسی طرح ان کےاوصیاءاورجانشینوں کی اطاعت وپیروی بھی اسی لئےفرض کی گئی تھی

MAAB 1431
maablib.org

تا کہ وہ گمراہ نہ ہوں اور یہ بات پیغمبرؐ نے اپنی عترت اہل بیتؑ اور اپنے وصی و جانشین کے بارے میں فرمائی تھی کہ اگر تم اس کی اطاعت و پیروی کرو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ "لن تضلوا بعدی"

ایک اور نکتہ

ایک اور نکتہ بھی خاص طور پر قابل غور ہے کہ پیغمبر نے خاص طور پر اپنے تمام اصحاب کو اہل بیتؑ کی اطاعت و پیروی کے لئے تو کہا مگر اہل بیت میں سے کسی کے لئے بھی کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں بھی یہ نہیں ملتا کہ پیغمبرؐ نے اپنی عترت اپنے اہل بیتؑ کو یہ حکم دیا ہو کہ تم میرے اصحاب کی اطاعت و پیروی کرنا۔

پس وہ صحابہ کرام لائق تحسین و قابل مبارکباد ہیں اور تعریف کے حقدار ہیں جنہوں نے پیغمبرؐ کے حکم کی تعمیل میں اہل بیت کے دامن کو نہ چھوڑا جو قرآن و اہل بیت دونوں کے دامن سے متمسک رہے اور جنہوں نے علی کو ولی مانا، وصی رسول مانا، مولا مانا اور ان کی اطاعت و پیروی کو اپنا فرض عین جانا۔

ز۔ بارہ جانشینوں کی پیش گوئی کے ذریعہ

پیغمبر کی یہ حدیث کے میرے بعد بارہ جانشین، بارہ خلیفہ، بارہ وصی، بارہ امام یا بارہ امیر ہوں گے جملہ صحاح ستہ اور حدیث کی تمام مستند اور معتبر کتابوں میں درج ہے اور اس کی صحت پر مسلمانوں میں سے کسی کو کوئی اختلاف نہی ہے، ہم پیغمبرؐ کی اس حدیث کو مختصر طور پر حدیث کی چند کتابوں سے۔ جو ایک طرح ایک پیشین گوئی بھی ہے۔ ذیل میں نقل کرتے ہیں:

ا۔ کنز العمال میں حدیث اثنا عشر

MAAB 1431
maablib.org

کنز العمال میں جلد ٦ ص ٦٠ و ص ٦٢ و ص ١٩٨ و ص ٢٠٠ پر اس مضمون کی متعدد احادیث متعدد طرق سے پیغمبر اکرمؐ سے نقل ہوئی ہیں ہم صرف تین احادیث ذیل میں نقل کرتے ہیں:

١) "یکون بعدی من الخلفاء عدۃ نقباء بنی اسرائیل"

میرے بعد خلفاء نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کے مطابق (بارہ) ہوں گے"

٢) "یملک ھذا لامۃ اثنا عشر خلیفۃ کعدۃ نقباء بنی اسرائیل"

اس امت کے مالک ومختار نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کے مطابق بارہ خلیفہ ہوں گے"

٣) "یکون لھذۃ الامۃ اثنا عشر خلیفۃ"

اس امت میں (صرف) بارہ خلیفہ ہوں گے"

٢۔ صحیح بخاری میں حدیث اثنا عشر

"عن جابر بن سمرہ قال سمعت انھی یقول یکون اثنا عشر امیراً کلھم من قریش" بخاری کتاب الاحکام پ ٢٩ ص ٦٢٨

"جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر سے سنا کہ بارہ امیر ہوں گے اور وہ سب قریش سے ہوں گے"۔

٣۔ صحیح مسلم میں حدیث اثنا عشر

"ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش"

"یہ امر دین ختم نہیں ہوگا جب تک ان میں بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں، وہ سب قریش

MAAB 1431
maablib.org

سے ہوں گے'' صحیح مسلم جلد۲ طبع مصر ص ۱۹۱

۴۔ سنن ابی داؤد میں حدیث اثنا عشر

" لا یزال ھذا لدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفة "

''یہ دین ہمیشہ قائم ہی رہے گا جب تک تم پر بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں''

سنن ابی داؤد طبع مصر جلد۴ ص ۱۰۶

۵۔ صحیح ترمذی میں حدیث اثنا عشر

"یکون من بعدی اثنا عشر امیراً کلھم من قریش "

''میرے بعد بارہ امیر ہوں گے اور وہ سب قریش سے ہوں گے''

جامع ترمذی مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۶۹

۶۔ مشکوۃ شریف میں حدیث اثنا عشر

''لا یزال الدین قائما حتی تقوم الساعة او یکون علیھم اثنا عشر خلیفة'' (متفق علیہ)

''یہ دین ہمیشہ ہمیشہ قائم ہی رہے گا یہاں تک کہ قیامت نہ آجائے یا ان پر بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں''

صاحب مشکوۃ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث متفق علیہ ہے یعنی اس پر سب محدثین کا اتفاق ہے۔ مشکوۃ از اشعۃ اللمعات جلد۴ ص ۳۴۱

۷۔ مسند احمد حنبل میں حدیث اثنا عشر

" عن جابر بن سمرہ قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم

maablib.org

يقول يكون لهذا لامة اثنا عشر خليفة "   مسند امام احمد حنبل جز۵ ص ۱۰۶

''جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا کو کہتے ہوئے سنا کہ اس امت میں بارہ خلیفہ ہوں گے''۔

۸۔مودہ القربیٰ میں حدیث اثنا عشر

" ان اوصيائي بعدى اثنا عشر اولهم علي و آخرهم القائم المهدى "

''میرے بعد بارہ وصی اور جانشین ہوں گے ان کا پہلا علیؑ ہے اور آخری قائم المہدیؑ ہے''   مودۃ القربیٰ مودہ العاشرہ

۹۔مولانا شبلی کی سیرۃ النبی میں حدیث اثنا عشر

مولانا شبلی نے اپنی کتاب سیرۃ النبی جلد۳ میں ایک باب ہی پیغمبرؐ کی پیش گوئیوں سے متعلق تحریر کیا ہے اس باب میں ''بارہ خلفاء کی پیش گوئی'' کے عنوان کے تحت صحیح مسلم اور ابو داؤد سے مختلف احادیث لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ابن حجر ابو داؤد کے الفاظ کی بناء پر خلفائے راشدین اور بنی امیہ میں ان بارہ خلفاء کو گنا تے ہیں جن کی خلافت پر تمام امت کا اجماع رہا یعنی نمبر 1 حضرت ابو بکر، نمبر 2 حضرت عمر، نمبر 3 حضرت عثمان، نمبر 4 حضرت علی، نمبر 5 امیر معاویہ، نمبر 6 یزید، نمبر 7 عبدالملک، نمبر 8 ولید نمبر 9 سلیمان، نمبر 10 عمر بن عبدالعزیز، نمبر 11 یزید ثانی، نمبر 12 ہشام۔

اس کے بعد طنز کے طور پر لکھتے ہیں کہ:

''شیعہ فرقہ تو اس حدیث کی تشریح میں اپنے بارہ اماموں کو پیش کردے گا''

سیرۃ النبی جلد۳ ص ۶۰۴، ۶۰۵

MAAB 1431
maablib.org

نمونہ کےطور پرمستند کتب حدیث سے اتنی ہی حدیثوں کے حوالے کافی ہیں اور مشکوۃ شریف کی نقل کے مطابق جو صحاح ستہ اور جملہ کتب حدیث کا مجموعہ ہے۔اس حدیث پر سب محدثین کا اتفاق ہے ۔یہ پیغمبرؐ کی ایک عظیم الشان پیش گوئی ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ پیغمبر کے جانشین قیامت تک صرف بارہ ہوں گے نہ ایک کم نہ ایک زیادہ، اور مودۃ القربیٰ کی روایت میں ان کے اول وآخر کی بھی نشاندہی کردی گئی ہے۔

حق کی طرف سے آنکھیں بند کرنے کی اس سے بڑھ کرمثال اور کیا ہوگی کہ اس کو پیغمبر کی ایک پیش گوئی قرار دے رہے ہیں کہ پیغمبر نے فرمایا میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے لیکن پیغمبر کے ان حقیقی جانشینوں کو چھوڑ کر جو حقیقتاً پیغمبر کی پیش گوئی کے مطابق بارہ ہی ہوئے سینکڑوں بادشاہوں میں سے اپنی مرضی سے ایسے بارہ کا نام لکھ دیا جن میں یزید جیسا فاسق وفاجر بھی شامل ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

ح۔غدیر خم میں اعلان کے ذریعہ

علامہ امینی نے اپنی کتاب ''الغدیر''میں حدیث غدیر کو 110 صحابہ پیغمبر سے 84 تابعین سے اور 360 علماء سے اور مشہور کتب اسلامی سے اسناد و مدارک کے ساتھ نقل کیا ہے۔

ہم صحابی رسول زید بن ارقم سے روایت کردہ حدیث کی اصل عبارت کو طبرانی سے، جسے علامہ ابن حجر مکی نے بھی اپنی کتاب صواعق محرقہ کے باب اول فصل خامس ص ۲۵ پر طبرانی سے ہی نقل کیا ہے اور اس کی صحت کا اعتراف اور تصدیق کی ہے ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

زید بن ارقم کہتے ہیں کہ سرورکائناتؐ نے غدیر خم میں ارشاد فرمایا:

maablib.org

''ایها الناس یوشک ان ادعی فاجیب، وانی مسئول وانکم مسئولون، فما انتم قائلون، قالوا نشهد انک قد بلغت و جاهدت فجزاک الله خیرا .

فقال الیس تشهدون ان لا اله الا الله وان محمداً عبده و رسوله ، وان جنته حق ، وان ناره حق و ان الموت حق و ان البعث حق بعدالموت و ان الساعة آتیة لاریب فیها وان الله یبعث من فی القبور ،

قالوا بلیٰ نشهد بذالک ،

قال اللهم اشهد، ثم قال یا ایها الناس ان الله مولای و انا مولا المومنین و انا اولیٰ بهم من انفسهم فمن کنت مولاه فهذا مولاه یعنی علیا'' .

''اے لوگوں قریب ہے کہ مجھے بلایا جائے اور مجھے جانا پڑے، مجھ سے بھی سوال ہوگا اور تم سے بھی پوچھا جائے گا تم بتاؤ تم کیا جواب دو گے، سارے مجمع نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پوری تبلیغ فرمائی ہمیں راہ راست پر لانے کے لئے جدو جہد کی، ہماری خیر خواہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، آپ کو خداوند عالم جزا خیر عطا فرمائے۔

آپ نے فرمایا تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ معبود حقیقی بس اللہ تعالیٰ ہے، او رمحمد خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور جنت حق ہے، جہنم حق ہے، موت کے بعد پھر زندہ ہونا حق ہے اور قیامت آکر رہے گی اس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور یہ کہ خداوند عالم تمام قبروں سے مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائیگا۔

لوگوں نے کہاں ہاں ہم اس کی گواہی دیتے ہیں،

آنحضرتؐ نے فرمایا، خداوند تو بھی گواہ رہنا، اس کے بعد آپ نے فرمایا اے لوگوں خداوند عالم میرا مولا ہے اور میں تمام مومنین کا مولا ہوں اور میں ان کی جانوں پر

maablib.org MAAB 1431

زیادہ قدرت واختیار رکھتا ہوں پس جس جس کا میں مولا وآقا ہوں یہ علی بھی اس کا مولا و آقا ہے۔''

پیغمبر اکرمؐ کی اس حدیث میں چند باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں۔

اس حدیث میں پیغمبر کا یہ فرمانا کہ''انی مسئول ''(مجھ سے پوچھا جائیگا''یہ ثابت کرتا ہے کہ پیغمبر نے اس مجمع کو یہ بتانا چاہا ہے کہ اگر میں یہ بات نہ پہنچاؤں گا تو مجھ سے بازپرس ہوگی، لہذا اس حکم کو ملتوی کرنے کا اب کوئی راہ نہیں ہے۔

امام واحدی نے اپنی کتاب اسباب النزول میں بسلسلہ اسناد ابوسعید خدری سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ آیہ'' یا ایھاالرسول بلغ ''یوم غدیر علی کے بارے میں نازل ہوئی تھی یعنی علی کے بارے میں جو حکم تمہیں دیا گیا ہے اسے پہنچا دو۔

اور اسی حدیث پیغمبرؐ میں جو یہ فرمایا کہ''انکم مسئولون ''(تم سے پوچھا جائیگا) یہ اس مطلب کی طرف اشارہ ہے جسے دیلمی نے ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے(جیسا کہ صواعق محرقہ میں نقل کیا گیا ہے) کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: خدا کے اس قول'' وقفوھم انھم مسئولون "(انہیں ٹھہراؤان سے پوچھا جائیگا) سے مقصود یہ ہے کہ ان سے ولایت امیر المومنین علیؑ کے متعلق سوال کیا جائیگا۔

اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ''انھم مسئولون ''سے ان لوگوں کو تنبیہ کی جارہی ہے جو علی کو ولی و وصی پیغمبر ماننے سے انکاری ہیں۔

پھر توحید سے لے کر قیامت تک کے تمام عقائد کا اقرار لے کر آپ نے ولایت علی کا تذکرہ فرمایا تا کہ ہر شخص سمجھ لے کہ اس کی بھی ویسی ہی اہمیت ہے جیسی کہ مذکورہ بالا عقائد کی جن کے قائل ومعتقد ہونے کے متعلق پیغمبر نے ابھی سوال کیا تھا۔

یہ بات ایسی واضح وظاہر ہے کہ ہر وہ شخص جو اسلوب کلام اور مقصود کلام سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے، بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

MAAB 1431
maablib.org

اور پیغمبرؐ کا یہ فقرہ کہ "وانا اولیٰ" ایک لفظی قرینہ ہے جو یہ ثابت کرتا ہے کہ مولا سے مراد اولیٰ ہے لہذا مطلب یہ ہے ہوگا کہ خداوند تعالیٰ مجھ سے زیادہ قدرت واختیار رکھتا ہے اور میں مومنین پر ان سے بڑھ کر قدرت واختیار رکھتا ہوں، اور میں جس جس کے نفس پر اس سے زیادہ قدرت واختیار رکھتا ہوں علیؑ بھی اس پر اس سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں۔

اس حدیث کو امام غزالی نے بھی اپنی کتاب سر العالمین کے چوتھے مقالہ میں نقل کیا ہے اور اس حدیث پر جمہور اہل اسلام کا اجماع بتلاتے ہوئے یوں تحریر فرمایا ہے۔

"واجمع الجماهير على متن الحديث عن خطبة يوم الغدير خم و هو يقول "من كنت مولاه فعلى مولاه" فقال عمر۔ بخ بخ لک يا ابو الحسن لقد اصبحت مولیٰ لكل مومن و مومنة" هذا تسليم و رضى و تحكيم ثم بعد هذا غلب الهویٰ۔ لحب الرياسة و حمل عمود الخلافة وعقود البنود و خفقان الهوا و قعقعة الرايات و اشتباک از دهام الخيول و فتح الامصار سقاهم كاس الهویٰ" (سر العالمین غزالی باب ۳ مقالہ ۴)

"اور خطبہ غدیر خم میں جو کچھ آنحضرتؐ نے فرمایا اس کے متن پر جمہور اہل اسلام کا اجماع واتفاق ہے، آپ نے فرمایا: "جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہے" یہ سن کر حضرت عمر نے کہا "اے ابوالحسن تم کو مبارک ہو کہ تم میرے اور ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کے مولا قرار پائے"

حضرت عمر کا یہ کہنا صریحاً اطاعت کا تسلیم کر لینا ہے، آپ کی مولائیت پر رضامند ہو جانے کا اقرار ہے اور آپ کی حکومت کو مان لینا ہے۔

اب اس کے بعد (صاف بات یہ ہے کہ) سلطنت کی محبت، حکومت کے جھنڈے اٹھانے، علموں کے باندھنے اور جھنڈوں کو ہوا میں لہرانے، اور گھوڑوں کی ٹاپوں کے نقش کے جال بنانے اور فوجوں کے ہجوم اور ملکوں کی فتح کی حرص غالب ہوئی اور اس نے

MAAB 1431 maablib.org

ان کوخواہشات نفسانی کا جام پلادیا۔

امام غزالی کتاب سر العالمین کے باب ۴ کے چوتھے مقالہ کی اصل عبارت اوپر نقل کردی گئی ہے اس کو پھر غور سے پڑھا جائے۔

غدیر خم کے مقام پر اس اہتمام کے ساتھ پیغمبرؐ کی طرح علیؑ کے آقا و مولا ہونے کا اعلان اس وجہ سے کیا گیا تھا کہ حجتہ الوداع کے موقع پر تمام جزیرہ نمائے عرب کے لوگ جمع تھے اور خدا کے خاص حکم کے ذریعے بلوائے گئے تھے لہذا تقریباً دور دراز سے آئے ہوئے لوگوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے متجاوز تھی۔ اس اعلان کا مقصد دراصل یہ تھا کہ علی کو سب کے سامنے بلند کرکے دکھادیا جائے کہ میرا جانشین یہ علیؑ ہے ورنہ علیؑ کو دعوت ذوالعشیرہ میں اپنا وصی وخلیفہ بنانے کے بعد پیغمبرؐ نے کبھی موقع جانے ہی نہیں دیا جس میں اس بات کا اظہار نہ کیا ہو کہ علی میرا وصی وخلیفہ ہے۔

یعنی غدیر خم کا اعلان پہلا اعلان نہیں تھا بلکہ یہ وہی اعلان تھا جو پیغمبر دعوت ذوالعشیرہ سے لے کر وقتاً فوقتاً دہراتے رہتے تھے۔ غدیر خم کی اہمیت یہ ہے کہ اسی اعلان کو ساری مملکت سے دور دراز کے علاقوں سے آئے ہوئے تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کے سامنے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اور سب کے سامنے بلند کرکے اور اچھی طرح سے دکھا کر یہ اعلان کیا کہ:

" من کنت مولاہ فھذا علی مولا "

''جس جس کا میں مولا وآقا ہوں، اس اس کا یہ علی مولا وآقا ہے''

یہاں تک کے بیان سے یہ ثابت ہوگیا کہ حاکم حقیقی صرف اللہ ہے اس کی حکومت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اس حکومت دو طرح سے ہے ایک تکوینی دوسرے تشریعی۔ تکوینی حکومت میں ساری مخلوق مجبور ہے اس کا حکم ماننے پر اور تشریعی حکم ماننے میں اس نے انسان کو ارادہ واختیار کا مالک بنایا ہے اور حریت وآزادی کے ساتھ اپنا حکم ماننے کی

MAAB 1431
maablib.org

دعوت دی ہے تا کہ اسے تعمیل کی صورت میں جزا دے اور انحراف کی صورت میں سزا دے۔

خداوند تعالیٰ اپنی تشریعی حکومت کا اجراء اپنے مقرر کیئے نمائندوں کے ذریعہ کرتا ہے اور اس کے اقتدار کے نمائندے قرآن کی سند کی رو سے نبی و رسول و امام ہیں جن کا تقرر وہ خود کرتا ہے۔

خداوند تعالیٰ کی آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاءؐ تک ہی سنت رہی ہے اور اسی سنت قدیمہ اور عادت جاریہ کے مطابق پیغمبرؐ کے بعد اپنے حکم سے پیغمبرؐ کے بارہ جانشینوں کا اعلان کرایا اور پیغمبر کے بعد یہی بارہ خلفاء اور آئمہ برحق خدائی اقتدار کے اصل نمائندے ہیں اور ان پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت کو فرض جاننا اسی طرح سے واجب ہے جس طرح سے آدم سے لے کر خاتم الانبیاءؐ تک تمام انبیاء اور رسولوں پر ایمان لانا واجب ہے۔

یہاں تک کے بیان سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ پیغمبر نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا تھا اور اس سے یہ بات بھی غلط اور باطل ثابت ہوگئی کہ آنحضرتؐ اپنے جانشین کے تقرر کا کام امت کے سپرد کر گئے تھے لہذا اب دوسری اور تیسری تنقیح کو ثابت کرنے کی ضرورت تو نہیں رہی لیکن ہم اس کو بھی بغیر ثبوت کے نہیں چھوڑتے۔

مگر اس کو بیان کرنے سے پہلے اس بات میں غور کرنا ضروری ہے کہ جب پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کے جانشین و خلیفہ اور امام و ہادی ہونے کا اتنے طریقوں سے اور اتنی مرتبہ اعلان کیا تھا کہ کسی نبی یا رسول نے اپنے بعد آنے والے جانشین و خلیفہ کا اتنے طریقوں سے اتنی مرتبہ اعلان نہیں کیا تھا تو پھر امت نے اس سے انحراف کیوں کیا؟ اور پیغمبر کے بعد حضرت علیؑ کی امام و ہادی خلق ہونے کی حیثیت سے اطاعت و پیروی کیوں نہ کی؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک کہ پیغمبرؐ کی حکومت کی حیثیت کو نہ سمجھا جائے۔

maablib.org

پیغمبرؐ کی حکومت کی حیثیت

اس کتاب میں اب تک یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ خدا کی حکومت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ صرف اپنے نمائندوں کے ذریعہ حکومت کرنے کو ہی اپنی حکومت قرار دیتا ہے۔ اور اس کی حکومت اور اقتدار کے نمائندے نبی و رسول و امام کہلاتے ہیں جنہیں وہ خود مقرر کرتا ہے۔ لہذا خدا کے حکم کی طرف سے پیغمبر اکرمؐ شروع دن سے ہی مسلمانوں کے حاکم و فرمانروا تھے۔ اور آپ ایسے حاکم تھے کہ آپ کے حکم کے بعد کسی بھی مسلمان کو خود اپنے معاملات اور کاموں میں بھی کوئی اختیار نہیں رہتا تھا۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے

''وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله و رسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امر هم''

''کسی مومن مرد اور کسی مومنہ عورت کے لئے یہ بات جائز و مناسب نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی حکم یا فیصلہ کر دے تو پھر انہیں خود اپنے معاملہ میں بھی کوئی اختیار باقی رہے''۔

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بات یہ ہے کہ خدا نے جو بھی رسول بھیجا اسے اپنی طرف سے امت کا حاکم و فرمانروا بنا کر اور امت کے لئے واجب الاطاعت قرار دے کر بھیجا ہے جیسا کہ اس نے خود ارشاد فرماتا ہے:

" وما ارسلنامن رسول الا ليطاع باذن الله''

''یعنی ہم نے جو بھی رسول بھیجا اسے اپنی طرف سے حاکم و فرمانروا بنا کر اور امت کے لئے واجب الاطاعت قرار دے کر بھیجا ہے''

پس پیغمبرؐ شروع سے ہی مسلمانوں کے حاکم و فرمانروا تھے اور شروع دن سے ہی امت پر آپ کی اطاعت واجب اور فرض تھی اور یہ اطاعت ہی اصل حکومت تھی۔

maablib.org

لیکن ہر کوئی جانتا ہے کہ پیغمبرؐ کی تیرہ سالہ مکی زندگی میں آپ کو دنیاوی غلبہ اور اقتدار حاصل نہیں تھا اور آپ شروع میں دوسرے تمام رسولوں کی طرح ہی کفار کے غیض و غضب کا شکار رہے اور ان کے مقہور و مغلوب ہی رہے۔ مگر اس وقت بھی فی الحقیقت خدا کے حکم کے مطابق مسلمانوں کے حاکم و فرمانروا آپ ہی تھے۔

مکہ سے ہجرت کے بعد خود کفار نے اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے مدینہ پر حملوں کی ابتداء کی اور ان کے بار بار شکست سے دوچار ہونے کے نتیجہ میں پیغمبر اکرمؐ کو ظاہری غلبہ اور دنیاوی اقتدار بھی حاصل ہو گیا۔

لیکن پیغمبر اکرمؐ کے زمانہ کی جنگیں اس بات کی شاہد ہیں کہ پیغمبرؐ کے حکم کے مقابلہ میں بہت سے مسلمان مال غنیمت کو ہی ترجیح دیتے تھے۔ لہذا خدا نے ان کے بارے میں قرآن کریم میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ:

''منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ''

تم سے کچھ تو دنیا کے طلبگار ہیں اور کچھ آخرت کے''

چنانچہ جنگ احد میں ایک طرف پیغمبرؐ کا حکم تھا اور دوسری طرح مال غنیمت تھا۔ مسلمانوں نے پیغمبرؐ کے حکم کی کوئی پرواہ نہیں کی اور مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ اور اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کیونکہ قرآن وحدیث اور تاریخ وسیرت کی تمام کتابیں اس بات کی شاہد ہیں۔ ہم اختصار کے پیش نظر اس کے بیان کر ترک کرتے ہیں جس نے مسلمانوں کی مال غنیمت سے محبت کا حال معلوم کرنا ہو وہ قرآن وحدیث اور تاریخ وسیرت کی کتابوں میں ملاحظہ کر سکتا ہے اور علامہ شبلی کی کتاب سیرت النبی میں اس کی تفصیل دیکھ سکتا ہے۔

چنانچہ جنگ احد میں پیغمبرؐ کے حکم پر مال غنیمت کو ترجیح دینے کو خدا نے دنیا کی طلب سے تعبیر کیا ہے اور اس موقع پر پیغمبر کے حکم سے انحراف کی اور کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ لہذا پیغمبرؐ کے ظاہری غلبہ اور دنیاوی اقتدار کے حصول کے بعد مسلمانوں کے دلوں

MAAB 1431
maablib.org

میں اس بات کی خواہش کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا کہ وہ اس دنیاوی اقتدار کے حصول کی کوششیں کریں لہذا انھوں نے پیغمبرؐ کی طرف سے علیؑ کی امامت اور جانشینی کے اعلانات کو پیغمبر اکرمؐ کی خواہش سے تعبیر کیا۔اور اس بات کا خوب خوب چرچا کیا کہ پیغمبرؐ حکومت کو اپنے ہی خاندان میں رکھنا چاہتے ہیں لہذا اس بات پر قریش کے کچھ لوگوں نے اتفاق کرلیا کہ ہر صورت میں نبوت اور حکومت ایک ہی خاندان میں نہیں جانے دیں گے۔ اور اس بات کو شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب الفاروق کے دوسرے مدنی ایڈیشن کے صفحہ 265 و 266 پر طبری کے حوالہ سے عبداللہ بن عباس اور حضرت عمر کے مکالموں میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔اور خود پیغمبر اکرمؐ نے بھی اپنے آخری وقت میں اچھی طرح سے اس بات کا جائزہ لے لیا تھا کہ بعض لوگوں کے دلوں میں حکومت کی خواہش بری طرح سے کروٹیں لے رہی ہے او وہ میرے اعلانات کے باوجود میرے بھائی علیؑ کی میرے جانشین اور امام مفترض الطاعت کی حیثیت سے اطاعت نہیں کریں گے لہذا آپ نے بطور پیش گوئی کے حضرت علیؑ کو بھی لوگوں کے ارادوں سے آگاہ کردیا تھا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"یا علی ان الامة ستغدربک من بعدی"

یعنی اے علی عنقریب میرے بعد یہ امت تم سے پھر جائیگی اور تمہارے ساتھ وفا نہیں کرے گی۔

کنز العمال جز ۶ ص ۱۵۶ حدیث ۲۶۱۵

مستدرک علی الصحیحین للحاکم جز ۳ ص ۱۴۰۔۱۴۲

مطابق نقل البلاغ المبین ج ۲ طبع اول ۴۹

حضرت علیؑ کو ایک خصوصی نصیحت

چونکہ پیغمبر اکرمؐ حالات کی اچھی طرح جائزہ لے چکے تھے آپ نے حضرت علیؑ

MAAB 1431
maablib.org

کو آخری وقت میں جو نصیحتیں کیں ان میں سے ایک یہ ہے جسے "تاریخ روضۃ الاحباب
" نے اپنے اوراق میں بایں الفاظ محفوظ کیا ہے۔

"بعد از من بسے امور مکروہ بتو خواھند رسید باید که دل
تنگ نه شوی. طریق مصابرت پیش گیری و چوں بینی که
مردم دنیا را اختیار کردند تو باید که آخرت را اختیار کنی"

تاریخ روضۃ الاحباب
مطابق نقل ابلاغ المبین جلد ا ص ۲۶۴

یعنی اے علیؑ میرے بعد تم کو بہت سے مصائب اور تکلیفیں پہنچیں گی تم کو چاہیے
کہ دل تنگ نہ ہونا اور صبر کرنا اور جب دیکھو کہ لوگوں نے دنیا اختیار کرلی ہے تو تم آخرت کو
اختیار کرنا۔

پیغمبرؐ کا یہ جملہ بار بار پڑھنے کے لائق ہے کہ آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:
"جب تم دیکھو کہ لوگوں نے دنیا اختیار کرلی ہے تو تم آخرت اختیار کرنا"۔
پیغمبر کے اس بیان سے صاف طور پر واضح ہے کہ پیغمبر کے بعد جو حکومت، امارت
سلطنت یا ولایت قائم ہوئی وہ دنیاوی اقتدار تھا، دنیاوی حکومت تھی اور دنیاوی سلطنت تھی۔
لہذا پیغمبر اکرمؐ نے جہاں حضرت علیؑ کو مذکورہ نصیحت فرمائی وہاں آپ نے اپنے اصحاب
کے روبرو علیٰ رؤس الاشہاد خود ان کو بھی بطور پیشین گوئی کے یہ فرمایا تھا کہ:
"تم میرے بعد دنیا کی طرف راغب ہو جاؤ گے اور حکومت اور امارت کی حرص
میں مبتلا ہو جاؤ گے"

اور اس کا بیان حدیث و تفسیر اور تاریخ و سیرت کی اکثر کتابوں میں آیا ہے۔ ہم
اختصار کے ساتھ اگلے عنوان کے تحت اس کا کچھ بیان تحریر کرتے ہیں۔

maablib.org

اصحاب کے لئے دنیا اور امارت کی حرص کرنے کی پیشین گوئی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوت میں لکھتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے اپنی رحلت کے قریب مسجد میں خطبہ دیتے ہوئے اصحاب سے فرمایا کہ تم لوگ دنیا کی طرف راغب ہو جاؤ گے۔ ان کی عبارت کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

" آنحضرت ایں چنیں وعظ و تذکرہ بجانے اوردو در حق اصحاب گفت کہ فمی ترسم من برشما از شرك لیكن می ترسم کہ از دنیا رغبت کنید " مدارج النبوۃ ص884

"یعنی آنحضرتؐ اسی طرح وعظ و نصیحت فرماتے رہے پھر اصحاب کے بارے میں فرمایا کہ اس کا تو مجھے اندیشہ نہیں ہے کہ تم لوگ شرک کرو گے مگر اس کا خوف ضرور ہے کہ تم دنیا کی طرف راغب ہو جاؤ گے۔

اور مشکوۃ شریف میں اس بات کو ذرا اور کھول کر بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا

" عن ابی هریره عن النبی قال انكم لتحرصون علی الامارة و ستكون ندامة یوم القیامة " مشکوۃ مصابیح کتاب الامارۃ جلد 10 ص 18
صحیح بخاری جلد 8 ص 125 باب استخلاف

"ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ تم لوگ ضرور ضرور امارت کی حرص کرو گے اور یہ امر بروز حشر تمہاری خجالت کا باعث ہوگا"۔

MAAB 1431
maablib.org

انصار کو نصیحت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوت میں جہاں اصحاب کے بارے میں مذکورہ پیشین گوئی درج کی ہے وہاں انصار کے بارے میں بھی یہ تحریر فرمایا ہے کہ پیغمبرؐ نے اپنے آخری ایام میں انصار سے یہ فرمایا کہ:

''اے انصار میرے بعد ایک جماعت کو تم پر اختیار کرلیا جائے گا اور تم پر ترجیح دی جائیگی''۔

انصار نے عرض کیا

اے رسول اللہ ارشاد فرمایئے کہ اس صورت میں ہم کیا کریں۔

آپ نے فرمایا

''صبر کرو اس وقت تک جب کہ حوض کوثر کے کنارے تم مجھ سے آملو''

مدارج النبوت اردو ترجمہ ص622

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بیان کردہ پیغمبرؐ کے الفاظ سے واضح طور پر ثابت ہے کہ یہ پیغمبرؐ کے بعد قائم ہونے والی دنیاوی حکومت کی طرف ہی اشارہ ہے۔ کیونکہ پیغمبر کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں ہی انصار پر دوسروں کو ترجیح دی گئی تھی۔ اور اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو انصار پر دنیاوی اعتبار سے بھی کوئی ترجیح حاصل نہیں تھی۔ اور اس بات کا ثبوت کہ پیغمبرؐ کی وفات کے بعد پیغمبر کی طرف سے کار ہدایت میں جانشینی یعنی پیغمبر کی خلاف اور امامت کا کوئی جھگڑا نہیں تھا بلکہ جس چیز کے حصول کی جدو جہد جاری تھی وہ دنیاوی حکومت اور اقتدار تھا کیونکہ پیغمبرؐ کی وفات کے بعد جب مسلمانوں میں حصول اقتدار کی جدو جہد شروع ہوئی تو اس سارے معرکے میں کہیں بھی خلافت یا امامت کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ ہر جگہ امیر، یا امارت کے ولی امور یا حکومت اور سلطنت کے الفاظ ہی

maablib.org

استعمال ہوئے ہیں۔ چنانچہ پیغمبر کی وفات کے فوراً بعد جب انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہوئے تو انہوں نے پہلے مرحلہ میں حضرت سعد بن عبادہ کو اپنا امیر مقرر کرنے پر اتفاق کر لیا تھا۔ لیکن مہاجرین میں سے حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے پہنچنے کے بعد جب نئی بحث شروع ہوئی تو اس میں انصار نے یہ کہا کہ:

"منا امیر و منکم امیر"

یعنی ایک امیر ہم سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔

انصار کا یہ قول اور یہ فقرہ تاریخ و حدیث اور سیرت کی ہر مستند کتاب میں موجود ہے اور اتنا مشہور ہے کہ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

انصار کی اس بات پر حضرت عمر کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

''هيهات لا يجتمع اثنان في قرن والله لا ترضى العرب ان يومروكم ونبيها من غيركم و لكن العرب لا تمتنع ان تولىٰ امرها من كانت النبوة فيهم و والي امور منهم ولنا بذالک على من ابى من العرب الحجة الظاهرة والسلطان المبين من ذا ينازعنا سلطان محمد و امارته و نحن اولياء ه وعشيرته الا مدل بباطل او متجانف لاثم و متورط في هلكة''

طبری جلد 2 ص 457

''یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک زمانہ میں دو حکمران جمع ہو جائیں خدا کی قسم عرب اس پر کبھی راضی نہ ہوں گے کہ تمہیں امیر بنائیں جبکہ نبی تم میں سے نہیں ہے البتہ عرب کو اس میں ذرا پس و پیش نہ ہوگا کہ وہ اپنا حاکم اس کو بنائیں جس کے گھرانے میں نبوت ہو اور ولی امور بھی انہیں میں سے ہو اور انکار کرنے والے کے سامنے اس سے ہمارے حق میں کھلم کھلا دلیل اور واضح برہان لائی جا سکتی ہے جو ہم سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلطنت و امارت میں ٹکرائے گا وہ باطل کی طرف جھکنے والا اور گناہ کا مرتکب ہونے والا اور ورطۂ ہلاکت میں

MAAB 1431 maablib.org

گرنے والا ہے''۔

حضرت عمر کی اس ساری تقریر میں ''یؤمر وکم''۔ ''تولی امرھا''۔ ''ولی امور'' اور ''سلطان محمد''۔ خاص طور پر قابل غور ہیں۔ یہاں پر پیغمبرؐ کی علمی نیابت، ہدایت ورہنمائی اور خلافت وامامت کا کوئی جھگڑا ہی نہیں تھا بلکہ یہاں صرف سلطان محمد وامارۃ پر قبضہ کا جھگڑا تھا اور مسلمانوں نے پیغمبر کی حکومت کی دنیا کی حکومت کی طرح کی ایک حکومت سمجھ لیا تھا لہذا اس جدو جہد میں جس نے بھی حاصل کیا اور جو کچھ حاصل کیا وہ صرف اقتدار اور دنیاوی حکومت تھی بلکہ حضرت عمر نے یہ خوف محسوس کرتے ہوئے کہ انہوں نے اپنے حق میں جو دلیل دی ہے اس کی بناء پر ان کی بجائے دوسرا اس کا زیادہ حقدار ہے جبکہ وہیں سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار میں سے بعض نے یہ نعرہ بلند بھی کر دیا کہ ''اذال اتبایع الا علیاً'' یعنی پھر ہم علی کے سوا کسی کی بیعت نہیں کریں گے لہذا انہوں نے سوچا کہ کہیں بات بڑھ کر معاملہ ہاتھ سے ہی نہ نکل جائے جھٹ سے حضرت ابو بکر کی بیعت کر لی اور اسی لئے ان کا یہ قول مشہور عام ہے کہ:

''کانت بیعة ابی بکر فلتة فوقی اللہ شرھا''

یعنی ابو بکر کی بیعت بغیر سوچے سمجھے اور بغیر کسی مشورے کے ہوئی تھی مگر اللہ نے اس سے پیدا ہونے والے شر سے بچا لیا۔ لیکن اب اس طریقہ کو نظیر نہیں بنایا جا سکتا۔ اگر اب کوئی اور اس طریقہ سے بنے گا تو وہ بننے والا بھی اور اس کی بیعت کرنے والا بھی دونوں قتل کئے جائیں گے''

اس روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں نقل کیا ہے اور علامہ شبلی نے اپنی کتاب الفاروق میں اور مولانا مودودی نے اپنی کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں پوری تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔

جہاں تک حضرت علیؑ کا تعلق ہے تو وہ شروع دن سے ہی اس بات کے مدعی تھے

MAAB 1431
maablib.org

اور ہمیشہ مدعی رہے کہ مسلمانوں کی زمام اقتدار اور ولایت وحکومت کے صرف اور صرف وہی حقدار ہیں لیکن وہ خود کو مسلمانوں کی حکومت کا حقدار اس لئے نہیں کہتے تھے کہ وہ پیغمبرؐ کے قریبی رشتہ دار ہیں یا وہ پیغمبرؐ کے داماد ہیں بلکہ وہ یہ دعویٰ اس لئے کرتے تھے کہ وہ باب مدینۃ العلم تھے اور پیغمبرؐ کے بعد پیغمبرؐ کی علمی نیابت کے حامل تھے جو پیغمبرؐ کی فرمودہ احادیث سے ثابت ہے اور جو اس کتاب میں سابق میں بیان ہو چکی ہے (لہذ ان کا دعویٰ دراصل یہ تھا کہ مسلمانوں کو حصول ہدایت کے لئے پیغمبر کے بعد صرف ان کی اطاعت کرنی چاہیے اور حکومت الٰہیہ میں یہ حق حکومت وفرمانروائی صرف اور صرف نبی ورسول وامام کو ہی حاصل ہے۔ لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے جب بھی اپنے حق سے محرومی کا اظہار کیا تو کبھی یہ نہیں کہا کہ مجھ سے پیغمبر کی علمی نیابت وخلافت چھن گئی ہے یا ان سے امامت چھین لی گئی ہے بلکہ ہمیشہ حکومت سے محرومی کا اظہار کیا کیونکہ پیغمبرؐ کی علمی نیابت وخلافت یا امامت ایسی چیزیں نہیں ہیں جو چھینی جا سکیں۔

چنانچہ آپ نے اپنے ایک خطبہ میں جو نہج البلاغہ کا تیسرا خطبہ ہے فرمایا: ''اما والله لقد تقمصها بن ابی قحافه وانه ليعلم ان محلی منها محل القطب من الرحی'' نہج البلاغہ خطبہ نمبر 3 ص 67

اس کا لفظی ترجمہ تو صرف یہ ہے کہ خدا کی قسم فرزند ابو قحافہ نے اس قمیص کو کھینچ تان کر پہن لیا ہے حالانکہ اسے اس بات کا اچھی طرح علم تھا کہ میرا اس سے وہی تعلق ہے جو چکی کے اندر اس کی کیل کا ہوتا ہے۔

مطلب آپ کا اس سے یہ تھا کہ جس طرح چکی بغیر کیل کے صحیح طور پر نہیں چل سکتی اسی طرح امت کی رہنمائی اور ہدایت کا کام امام کے بغیر صحیح طور پر انجام نہیں پا سکتا لہذا امت پر حکومت کرنے کا حق صرف اور صرف خدا کے مقررہ کردہ امام کو ہی حاصل ہے۔

مگر خلافت کا لفظ مسلمانوں کے لئے ایسا زبان زد ہوا ہے کہ یہاں بھی ''

MAAB 1431
maablib.org

تقمصها ''اور''منها ''میں واقع ضمیر''ھا'' کا ترجمہ مترجمین نے خلافت کر دیا حالانکہ حضرت علیؑ کی اس سے مراد صرف حکومت ہے جو امام کا حق ہے جسے خدا نے اپنے اقتدار کے نمائندے کے طور پر مقرر فرمایا ہوتا ہے۔جیسا کہ آپ نے نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں خود فرماتے ہیں: " وانما الائمة قوام الله عليٰ خلقه و عرفاء ه علی عباده "

نہج البلاغہ خطبہ نمبر 150 ص 376

بلاشبہ آئمہ اللہ کی طرف سے اس کی مخلوق پر مقرر کئے ہوئے حاکم ہیں اور اس کے بندوں کو اس کی معرفت کرانے والے ہیں۔

پس حضرت علی نے جب بھی یہ کہا کہ میں اس امر کا سب سے زیادہ حقدار ہوں تو اس سے حضرت علی کی مراد صرف اور صرف یہی ہوتی تھی کہ کیونکہ میں امام ہوں لہذا مسلمانوں پر حکومت کرنے کا حق بھی صرف اور صرف مجھے ہی حاصل ہے اور جس چیز سے آپ کو محروم ہونے کا دعویٰ تھا وہ بھی صرف حکومت تھی کیونکہ امامت جو خدا کی طرف سے عطا کردہ ہدایت و رہنمائی خلق کا فریضہ تھا اور پیغمبرؐ کی خلافت و جانشینی جو فی الحقیقت پیغمبرؐ کی علمی نیابت تھی ایسی چیز نہیں تھی جسے کوئی چھین سکے۔

لیکن کیونکہ پیغمبر کے بعد قائم ہونے والی حکومت میں مسلمہ طور پر حتماً و یقیناً خدا یا پیغمبر گرامی اسلام کا کوئی ہاتھ نہیں تھا اور وہ حکومت الہیہ یعنی رسول و امام کی حکومت کو تسلیم کرنے کی بجائے مسلمانوں کی حکومت میں ایک تبدیلی تھی لہذا پیغمبرؐ کے بعد قائم ہونے والی حکومت کا ساتھ دینے والوں اور درباری علماء نے بعد میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ:

نمبر 1: پیغمبرؐ نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا تھا۔

نمبر 2: مسلم معاشرے نے خود ہی جان لیا تھا کہ اسلام ایک شوروی خلافت کا تقاضا کرتا ہے

نمبر 3: اصحاب رسول کا یہ متفق علیہ تصور تھا کہ یہ ایک انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورے اور ان کی آزادانہ رضامندی سے قائم ہونا چاہیے لہذا اب تحقیق طلب

MAAB 1431
maablib.org

تنقیحات ۔جیسا کہ ہم اس سے پہلے عرض کر چکے ہیں اس طور پر مبنی ہیں۔

تحقیق طلب تنقیحات کا اعادہ

نمبر 1: کیا واقعاً پیغمبرؐ نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا تھا؟

نمبر 2: کیا واقعاً مسلم معاشرے نے خود ہی یہ جان لیا تھا کہ اسلام ایک شوروی خلافت کا تقاضا کرتا ہے؟

نمبر 3: کیا واقعاً اصحاب رسول کا یہ متفق علیہ تصور تھا کہ یہ ایک انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورے اور ان کی آزادانہ رضامندی سے قائم ہونا چاہیے

جہاں تک پہلی تنقیح کا تعلق ہے یعنی کیا واقعاً پیغمبرؐ نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا تھا تو اس بارے میں ہم نے اس کتاب کے سابقہ اوراق میں واضح طور پر ثابت کر دیا ہے کہ کسی پیغمبر نے اتنے طریقوں سے، اتنے اہتمام کے ساتھ اور اتنی مرتبہ اپنے جانشین کا اعلان نہیں کیا۔ جتنے طریقوں سے جتنے اہتمام کے ساتھ اور جتنی مرتبہ پیغمبر اکرمؐ نے نہ صرف اپنے عین بعد کے بلکہ قیامت تک آنے والے کل کے کل یعنی بارہ جانشینوں کا واضح الفاظ میں اعلان کر دیا تھا اور یہ بتلا دیا تھا کہ ان بارہ کا پہلا علی ہے اور آخری مہدی علیہ السلام ہے۔

لہذا اب ہم اس سے آگے دوسری اور تیسری تنقیح پر حدیث و تفسیر اور تاریخ و سیرت کی کتابوں سے بالکل ایک غیر جانبدارانہ تحقیق پیش کرتے ہیں اور ان دونوں تنقیحات پر غور کرنے کے لئے صرف حضرت عمر کا عمل و کردار، ان کے انعقاد خلافت کے سلسلہ میں ان کے اقوال و افعال اور انکے خلیفہ بنائے جانے کا حال بیان کرنا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ ہم یہ بات پھر دہراتے ہیں کہ ہمارا مقصد کسی کی توہین کرنا نہیں ہے بلکہ مذکورہ تنقیحات کو ثابت کرنے کے لیے مستند تاریخوں اور حدیث کی کتابوں سے جن واقعات و احادیث کو نقل کرنا

MAAB 1431
maablib.org

ناگزیر ہے صرف مذکورہ تنقیحات کو ثابت کرنے کے لئے ان کو نقل کیا جارہا ہے۔

کیونکہ ان تنقیحات کا فیصلہ صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ ہمیں یہ تحقیق ہوجائے کہ پیغمبرؐ کے بعد قائم ہونے والی حکومت کے فرمانروا کیسے بنائے گئے لہذا ہم اس کا بیان ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

حضرت عمر کس طرح خلیفہ بنائے گئے؟

نمبر 1: تاریخ طبری سے

مشہور مورخ محمد بن جریر طبری اپنی تاریخ میں حضرت عمر کے خلیفہ بنائے جانے کا حال اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

" دعا ابو بكر خاليا فقال له اكتب بسم الله الرحمٰن الرحيم هذا ما عهد ابو بكر بن قحافه الى المسلمين اما بعد قال ثم اغمي عليه فذهب عنه فكتب عثمان اما بعد فاني قد استخلف عليكم عمر بن الخطاب ولم الكم خيرا ثم افاق ابو بكر فقال اقراء على فقراء فكبر ابو بكر و قال اراك خفت ان يختلف الناس ان افتلقت نفسي في غشيتي قال نعم قال جزاك الله خيراً عن الاسلام واهله واقرها ابو بكر رضى الله عنه من هذا الموضع "

محمد بن جریر طبری تاریخ الامم والملوک الجزء الرابع ص ۵۲

ابن الاثیر: تاریخ کامل الجزء الثانی ص ۱۶۳

حسین دیار بکری تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص ۲۶۸

"حضرت ابو بکر نے عثمان کو تنہائی میں بلوایا اور ان سے کہا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ حکم ہے جو ابو بکر بن قحافہ مسلمانوں کو دیتے ہیں۔ امابعد۔ اتنا لکھائے پائے تھے کہ ابو بکر بیہوش ہوگئے ان کی بیہوشی کی حالت میں، حضرت عثمان نے اپنے دل سے لکھ دیا۔

maablib.org

امابعد ۔پس میں نے تمہارے اوپر عمر بن الخطاب کو خلیفہ مقرر کردیا اور خیر کرنے میں کچھ کمی نہیں کی اس کے بعد حضرت ابوبکر کو ہوش آیا تو عثمان سے کہا کہ پڑھو کیا لکھا ہے ۔جو لکھا تھا حضرت عثمان نے پڑھ دیا اس پر حضرت ابوبکر نے خوشی کے مارے نعرہ تکبیر بلند کیزاور کہا شاید تمہیں خوف ہوا کہ اگر میں بیہوشی کی حالت میں مرجاؤں تو مسلمانوں میں اختلاف نہ ہوجائے ،حضرت عثمان نے کہا کہ ہاں تو ابوبکر نے کہا کہ خدا تم کو جزائے خیر دے اور اس کے آگے لکھوایا''

نمبر 2:الفاروق سے

علامہ شبلی ہندوستانی مورخین میں بڑے پائے کے مورخ سمجھے گئے ہیں اگرچہ انہوں الفاروق میں تاریخ اور مناظرہ کو بالکل خلط ملط کردیا ہے لیکن انہوں نے بھی حضرت عمر کے خلیفہ بنائے جانے کا واقعہ اس طور پر نقل کیا ہے:

''جب اس بات کے چرچے ہوئے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر کو خلیفہ کرنا چاہتے ہیں تو بعضوں کو تردد ہوا چنانچہ طلحہ نے حضرت ابوبکر سے جا کر کہا کہ آپ کے موجود ہوتے عمر کا ہم لوگوں سے کیا برتاؤ تھا ؟اب وہ خود خلیفہ ہوں گے تو خدا جانے کیا کریں گے ۔اب آپ خدا کے ہاں جاتے ہیں یہ سوچ لیجئے کہ خدا کو کیا جواب دیجئے گا؟ حضرت ابوبکر نے کہا ''میں خدا سے کہوں گا کہ میں نے تیرے بندوں پر اس شخص کو افسر مقرر کیا جو تیرے بندوں میں سب سے زیادہ اچھا تھا'' یہ کہہ کر حضرت عثمان کو بلوایا اور عہدنامہ لکھوانا شروع کیا۔ ابتدائی الفاظ لکھوائے جاچکے تھے کہ غش آ گیا حضرت عثمان نے یہ دیکھ کر کہ یہ الفاظ اپنی طرف سے لکھ دیئے کہ ''میں عمر کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں'' تھوڑی دیر بعد ہوش آیا تو حضرت عثمان سے کہا: کیا لکھا تھا مجھ کر پڑھ کر سناؤ ،حضرت عثمان نے پڑھا تو بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور کہا کہ :خدا تم کو جزائے خیر دے''۔ الفاروق شبلی ص ۱۲۰

MAAB 1431
maablib.org

حضرت ابو بکر کے اس طرح وصیت کرنے کو کیا کہنا چاہیے اور حضرت عثمان نے اپنی طرف سے جو کچھ لکھا اور جس طرح لکھا اس کو کیا کہنا چاہیے اس کے بارے میں صاحبان عقل اور اہل انصاف خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ ہمیں اس بیان پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ عقلمند کے لئے اشارہ ہی کافی ہے۔

لیکن حضرت عمر کے خلیفہ بنائے جانے کا جمہوریت کا رنگ دینا یا اب اسے کسی طرح سے شوروی بنانے کی کوشش کرنا، سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

حضرت ابو بکر کا اعلان حضرت عمر کی خلافت کے بارے میں

نمبر 1 تاریخ طبری سے:

جب حضرت ابو بکر وثیقہ لکھوا چکے تو آپ نے اس کا اعلان اپنے گھر کے بیت الخلاء کے اوپر چڑھ کر اس طرح سے فرمایا:

" اشرف ابو بكر على الناس من كنيفه و اسما بنت عميس ممسكة موشومة اليدين و هو يقول اترضون بمن استخلفت عليكن فاني والله ما الوت من جهدا الراى ولا وليت ذا قربة و اني استخلفت عمر بن الخطاب فاسمعوا له و اطيعوا فقالوا سمعنا و اطعنا "

محمد بن جریر طبری تاریخ الامم والملوک الجزء الرابع ص ۵۱

ابن الاثیر تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۱۶۳

"حضرت ابو بکر بیت الخلاء کے اوپر سے لوگوں پر نمودار ہوئے، اس وقت ان کی زوجہ اسما بنت عمیس اپنے مہندی لگے ہوئے ہاتھوں سے ان کو تھامے ہوئے تھیں اور آپ کہہ رہے تھے کہ جس کو میں نے خلیفہ مقرر کیا ہے تم اس سے راضی ہو جانا خدا کی قسم میں نے خوب سوچ لیا ہے اور میں نے اپنے کسی قرابت دار کو خلیفہ مقرر نہیں کیا، میں نے تمہارے

MAAB 1431
maablib.org

اور پر عمر ابن الخطاب کو خلیفہ مقرر کیا ہے تم لوگ ان کی بات سنو اور اطاعت کرو، لوگوں نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی''۔

نمبر 2: الفاروق سے

علامہ شبلی الفاروق میں لکھتے ہیں:

''عہد نامہ لکھا جا چکا تو حضرت ابو بکر نے اپنے غلام کو دیا کہ جا کر مجمع عام میں سنائے پھر خود بالا خانہ پر جا کر لوگوں سے جو نیچے جمع تھے مخاطب ہوئے اور کہا کہ میں نے اپنے کسی بھائی بند کو خلیفہ مقرر نہیں کیا بلکہ عمر کو کیا، کیا تم لوگ اس پر راضی ہو، سب نے سمعنا و اطعنا کہا''۔ (الفاروق ص ۱۲۰)

نمبر 3: ڈاکٹر طہ حسین مصری کی کتاب الشیخان سے

ڈاکٹر طہ حسین مصری اپنی کتاب الشیخان میں ''حضرت ابو بکر کا آخری کارنامہ'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''سب سے بڑی خدمت جو آنحضرتؐ کے بعد کسی ایک شخص نے اسلام اور مسلمانوں کی انجام دی وہ وہی تھی جو حضرت ابو بکر نے اپنی اس بیماری کے دوران انجام دی جو آخر کار ان کے لیے پیغام مرگ ثابت ہوئی اور یہ عظیم خدمت آپ کا عمر جیسی شخصیت کو اپنے بعد خلافت اور امارت کے لئے نامزد کر جانا تھا۔

(کتاب حضرت ابو بکر صدیق ترجمہ الشیخان طہ حسین مصری باب 13 ص 108)

لوگوں کے اعتراضات

نمبر 1: تاریخ طبری سے

۔عن اسما بنت عمیس قال دخل طلحه بن عبدالله علی ابی بکر فقال استخلفت علی الناس عمر و قدرایت یلقی الناس منه وانت معه

maablib.org

فکیف بہ اذا خلابھم وانت لاق ربک فسالک عن رعیتک فقال ابو بکر و کان مضجعا اجلسونی فاجلسوہ فقال لطحہ ابا للہ تخوفنی اذا لقیت اللہ ربی فسائلنی قلت استخلفت علی اھلک خیر اھلک''

محمد بن جریر طبری تاریخ الامم والملوک الجزاء الرابع ص ۵۴

''اسما بنت عمیس زوجہ ابو بکر کہتی ہیں کہ طلحہ بن عبداللہ حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور کہا کہ تم نے عمر کو لوگوں پر حاکم بنا دیا ہے حالانکہ تم خود جانتے ہو کہ جب تم موجود تھے تو بھی لوگوں نے اس سے کیا کیا دکھ اٹھائے ہیں اور اب کیا ہو گا کہ تم موجود نہ ہو گے اور وہ خود مختار ہوں گے تم اپنے پروردگار سے ملنے والے ہو اور وہ تم سے تمہاری رعایا کے متعلق سوال کرے گا ابو بکر اس وقت لیٹے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو ۔لوگوں نے انہیں اٹھا کر بٹھا دیا ،تو انہوں نے طلحہ سے کہا کہ مجھ کو خدا سے ڈراتا ہے جب میں خدا سے ملوں گا وہ مجھ سے سوال کرے گا تو میں کہوں گا کہ میں نے تیری مخلوق پر تیرے بہترین بندے کو حاکم بنا دیا ہے''۔

نمبر 2۔الفاروق شبلی سے

یہی عبارت سابقہ صفحات میں گذر چکی ہے جو الفاروق کے صفحہ ۱۶۰ کے حوالہ کے ساتھ نقل کی گئی ہے لہذا وہاں سے دوبارہ پڑھ لیں۔

نمبر 3۔تاریخ الخمیس سے

" فقال طلحہ والزبیر ماکنت قائل لربک اذا اولیتہ معہ غلظۃ''

تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص ۲۲۹

''طلحہ اور زبیر نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ خدا کو کیا جواب دو گے کہ تم نے عمر کو باوجود اس کی غلیظ اور سخت طبیعت کے حاکم بنا دیا''۔

MAAB 1431
maablib.org

نمبر 4۔الامامت والسیاست سے

" دخل علیه المهاجرون والانصار حین بلغهم انه استخلف عمر فقالوا نراک استخلفت علیناعمر و قد عرفت وعلمت بوائقه فینا وانت بین اظهر نافکیف اذ اولیت عنا و انت لاق الله فسالک فما انت قائل "

ابن قتیبہ دینوری کتاب الامامۃ والسیاسۃ الجزء الاول ص 19

جب مہاجرین وانصار نے یہ سنا کہ ابو بکر نے عمر کو خلیفہ بنا دیا ہے تو وہ حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم نے ہمارے اوپر عمر کو حاکم مقرر کر دیا ہے حالانکہ تم عمر کو جانتے ہو اور ان فتنہ وفساد اور مظالم کو بھی جانتے ہو جو عمر نے ہمارے اوپر کئے یہ تو جب تھا کہ تم ہم میں تھے جبکہ تم نہ ہوں گے تو وہ کیا کچھ نہ کر ڈالیں گے۔تم اب خدا سے ملاقات کرنے والے ہو جب خدا تم سے پوچھے گا تو تم کیا جواب دو گے۔

حضرت عمر نے اپنی بیعت کس طرح لی؟

نمبر 1: کتاب الامامت والسیاست سے۔

" قال خذ هذا الکتاب واخرج به الی الناس و اخبرهم انه عهدی وسلهم عن سمعهم و طاعتهم ، فخرج عمر بالکتاب واعلمهم فقالوا سمعاً و طاعة فقال له رجل مافی الکتاب یا ابا حفص قال لا ادری ولکنی اول من سمع و اطاع قال لکنی والله ادری ما فیه ، امرته عام و امرک عام "

ابن قتیبہ دینوری: کتاب الامامت والسیاست
الجزء الاول ص 19

"حضرت ابو بکر نے وہ وثیقہ خلافت حضرت عمر کو دیا اور کہا اس کو لے جا کر لوگوں سے کہو یہ میرا حکم ہے اس کو سنیں اور اطاعت کریں پس حضرت عمر وہ وثیقہ لے گئے اور لوگوں

maablib.org MAAB 1431

کو مطلع کیا انہوں نے کہا کہ سنا اور اطاعت کی ۔ ایک شخص نے حضرت عمر سے کہا اس میں کیا لکھا ہے حضرت عمر نے جواب دیا کہ یہ تو میں جانتا نہیں کہ اس میں کیا لکھا ہے ۔ مگر اس کو سب سے پہلے میں نے سنا اور اطاعت کی ۔ اس شخص نے کہا ہاں آپ کو اس کا علم کیوں ہونے لگا مگر بخدا میں جانتا ہوں کہ اس میں کیا لکھا ہے پہلے سال تم نے ابو بکر کو حاکم بنایا تھا اب وہ تم کو حاکم بناتا ہے ۔

نمبر 2: تاریخ طبری سے

" عن قیس قال رایت عمر بن الخطاب و ھو یجلس و الناس معه بیدہ جریدہ و ھو یقول ایھا الناس اسمعوا و اطیعوا قول خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسم انه یقول انی لم الکم نصحاً قال و معه مولیٰ لابی بکر یقال له شدید معه الصحیفة التی فیھا استخلاف عمر "

"قیس سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے عمر بن الخطاب کو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ ان کے پاس جمع تھے ۔ حضرت عمر کے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ اے لوگو، خلیفہ رسول کا قول سنو اور اطاعت کرو وہ خلیفہ رسول کہتے ہیں کہ میں نے تم کو نصیحت کرنے میں کوتاہی نہیں کی راوی کہتا ہے کہ عمر کے ساتھ اس وقت حضرت ابو بکر کا غلام شدید بھی تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک وثیقہ تھا جس میں عمر کے خلیفہ بنائے جانے کا حکم تھا"۔

مذکورہ عنوانات پر ایک نظر

حضرت ابو بکر کے اعلان میں " ذا قربة " کا لفظ ایک خاص معنی رکھتا ہے ۔ یہ رسول خدا کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ ہم اور تم جو آپس میں پیغمبر کی طرف سے حضرت علیؑ کے جانشین بنائے جانے پر اعتراض کرتے تھے اور حکومت کو علیؑ کی طرف نہ

maablib.org

جانے دینے کی کوشش کررہے تھے تو وہ اسی بناء پر تو تھا کہ وہ اپنے خاندان میں حکومت کو منتقل کررہے تھے۔لیکن میں نے جو جانشین مقرر کیا ہے وہ میرا رشتہ دار نہیں ہے۔

بہر حال کسی حیل و حجت کے بغیر سب نے سمعنا و اطعنا کہہ دیا۔لیکن کسی ایک صحابی نے یہ نہ کہا کہ آنحضرت نے تو یہ حق ہم کو دیا تھا خود خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا،تم کیوں کرتے ہو؟

حضرت ابو بکر اعلانیہ طور پر اپنی رحلت کے وقت تحریر کے ساتھ حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرتے ہیں لیکن کسی ایک بھی صحابی نے یہ نہ کہا کہ خلیفہ مقرر کرنا تو ہمارا حق ہے آپ مرتے وقت ہمارا حق کیوں چھین رہے ہیں؟

اگر وہ واقعی یہ یقین رکھتے ہوتے کہ رسول خدا نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا اور خود حاکم مقرر کرنا امت کا حق قرار دیا ہے تو اب اس وقت ان کو یہ اعتراض کرنا چاہیے تھا کہ ہمارا حق کیوں چھینا جارہا ہے؟

حضرت عمر کے خلیفہ بنائے جانے پر اعتراض کرنے والوں نے اعتراض تو کئے۔حضرت عمر کی سختیوں اور زیادتیوں کو بھی بیان کیا۔مگر کسی ایک بھی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ حاکم کا مقرر کرنا تو رعایا کا حق تھا حضرت ابو بکر کا حق نہیں تھا۔

تو اس کا صاف نتیجہ یہ نکلا کہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ رسول خدا نے خلیفہ کے تقرر کا معاملہ امت کے سپرد کردیا تھا کہ تم خود ہی اپنا خلیفہ مقرر کرلیا کرنا بالکل غلط،باطل اور محض ایک جھوٹا ڈھکوسلا ہے اور اقتدار پر قبضہ کرنے والوں کے طرفداروں اور عقیدتمندوں کا جھوٹا اور من گھڑت پروپیگنڈہ ہے۔

اس وقت کے لوگ تو اس بات کو جانتے ہی نہ تھے اور نہ کبھی اس کا ذکر کیا یہاں تک کہ جب اس کا ذکر کرنے کا موقع آیا تب بھی ذکر نہیں کیا بلکہ مان لیا کہ خلیفہ مقرر کرنا حق تو سابق حکمران کا ہی ہے مگر انہوں نے جس کو مقرر کیا ہے وہ بہت ہی سخت اور ظالم شخص ہے

MAAB 1431
maablib.org

اس ساری بحث کا یہ نکتہ بھی انتہائی اہم ہے کہ حضرت ابو بکر کو بھی اور تمام امت اسلامیہ کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ مرنے والے حاکم سے خداوند تعالیٰ کے یہاں باز پرس ہوگی کہ جب تم دنیا سے چلنے لگے تھے تو تم نے اپنی رعایا کا کیا انتظام کیا تھا؟ اور اپنی جگہ پر کس کو حاکم مقرر کیا تھا۔

اور اسی باز پرس میں سے ایک اور بات بھی نکلتی ہے اور اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اپنا جانشین مقرر کرنا مرنے والے حاکم کا حق ہی نہیں بلکہ فرض ہے اور اگر وہ اس فرض کو ادا نہ کرے گا یا بری طرح ادا کرے گا تو خدا کے یہاں اس سے باز پرس ضرور ہوگی۔ لہٰذا یہ تنقیح کہ ''مسلمان معاشرے نے خود سے یہ جان لیا تھا کہ اسلام ایک شوروی خلافت کا تقاضا کرتا ہے'' واضح طور پر غلط ثابت ہوگئی۔

اور اسی طرح یہ تنقیح بھی واضح طور پر غلط اور باطل ثابت ہوگئی کہ ''اصحاب رسول کا یہ متفق علیہ تصور تھا کہ یہ ایک انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورے اور ان کی آزادانہ مرضی سے قائم ہونا چاہیے''۔

بلکہ اس کے برخلاف یہ ثابت ہوا کہ ''اصحاب رسول کا متفق علیہ تصور یہ تھا کہ اپنا جانشین مقرر کرنا مرنے والے حاکم کا حق ہی نہیں بلکہ فرض ہے اور اگر وہ اس فرض کو ادا نہ کرے گا یا بری طرح سے ادا کرے گا تو خدا کے یہاں اس سے باز پرس ہوگی۔

اب یہ دیکھیے کہ کتنا بڑا ظلم عظیم ہے کہ ان طلبہ علم پر اور مسلمان بچوں پر جنھیں آج کا یہ خود ساختہ غلط نظریہ پڑھایا جا رہا ہے۔

آخر لوگوں کی عقلوں کو کیا ہوگیا ہے؟ ساری دنیا کے احساسات کیوں مر گئے ہیں اور دنیا سے انصاف کیوں اٹھ گیا ہے؟

پیغمبر کے بعد قائم ہونے والی مسلمانوں کی حکومت کے طرفدار اور عقیدتمند تو یہ پروپیگنڈہ کرنے کا حق رکھتے ہیں تا کہ پیغمبر کے بعد مسلمانوں کی جو حکومت قائم ہوئی اس

maablib.org

کے جواز کے لئے کوئی حیلہ کریں مگر کیا اسلام کے سچے وفاداروں کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ بھی اس غلط نظریہ کو پڑھیں اور پڑھائیں؟

بہر حال یہ تو حضرت ابو بکر کے وقت آخر کا حال تھا جس سے مذکورہ نظریہ غلط ثابت ہوگیا۔اب حضرت عمر کے وقت آخر کا حال سنیے۔

حضرت عمر کے وقت آخر پر حضرت عائشہ کی درخواست

ابن قتیبہ دینوری اور مورخ شہیر طبری لکھتے ہیں:

" فلما احس بالموت قال لابنه اذهب الی عائشه واقرتبها منی السلام و استاذنها انی اقبرنی بیتها مع رسول الله و مع ابی بکر . فاتاها عبدالله بن عمر فاعلمها فقالت نعم و کرامة (ثم قال یبنی ابلغ عمر سلامی و قل له لا تدع امة محمد بلا راع استخلف علیهم ولا تدعهم بعدک هملا فانی اخشی علیهم الفتنة فاتی عبدالله فاعلمه فقال ومن تامرنی ان استخلف لو ادرکت ایا عبیده بن جراح باقیاً استخلفته و ولیته "....الخ

کتاب الامامة والسیاست ابن قتیبہ دینوری ص۲۲
تاریخ طبری الجزء الخامس ص۳۴

''جب حضرت عمر نے موت کو قریب دیکھا تو اپنے لڑکے سے کہا کہ حضرت عائشہ کے پاس جاؤ، میرا سلام کہو اور ان سے اجازت مانگو کہ ان کے گھر میں جناب رسول خداؐ اور ابو بکر کے پاس دفن کر دیا جاؤں۔پس عبداللہ بن عمر حضرت عائشہ کے پاس آئے اور یہ پیغام پہنچایا انہوں نے کہا سر آنکھوں سے بڑی خوشی سے۔اور کہا کہ اے بیٹے عمر کو میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ امت محمد کو بغیر محافظ کے نہ چھوڑ جانا، اپنا جانشین ان پر مقرر کر دو، اپنے بعد ان کو حیران اور بغیر نگہبان کے نہ چھوڑنا، مجھے ڈر ہے کہ فتنہ نہ پیدا ہو، پس عبداللہ آئے

maablib.org

اور حضرت عمر کو یہ پیغام پہنچایا، حضرت عمر نے کہا، حضرت عائشہ نے کس کو خلیفہ مقرر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر ابوعبیدہ بن الجراح زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ مقرر کرتا اور ان کو حاکم بناتا .... الخ۔

اس کے بعد حضرت عمر نے اسی طرح سے اپنے مرے ہوئے ساتھیوں کے نام لئے اور ان کی تعریف کی۔

حضرت عمر سے صحابہ کرام کی درخواست

حضرت عائشہ کی درخواست کا مضمون اوپر کی عبارت سے معلوم ہو گیا۔ اب صحابہ کرام کی درخواست کا مضمون ملاحظہ ہو۔

نمبر 1: تاریخ طبری سے:

" ان عمر بن الخطاب لما طعن قیل له یا امیر المومنین لو استخلفت قال من استخلف لو کان ابو عبیدہ بن الجراح حیاً استخلفته......... الخ " محمد بن جریر طبری: تاریخ الامم الملوک ص ۳۵

"جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو ان سے صحابہ کرام نے کہا: یا امیر المومنین آپ اپنا جانشین مقرر کر دیں انہوں نے کہا کہ اگر آج ابوعبیدہ بن الجراح زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ مقرر کرتا ...."

اس کے بعد حضرت عمر نے ابوعبیدہ بن الجراح کو یاد کرنے کے بعد اپنے دوسرے مرے ہوئے ساتھیوں کے نام لئے اور ان کی تعریف کی اور کہا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ مقرر کرتا۔

نمبر 2: الفاروق سے

علامہ شبلی اپنی کتاب الفاروق میں لکھتے ہیں:

maablib.org

''اس وقت لوگوں کو یقین ہوگیا کہ وہ اس زخم سے جانبر نہیں ہو سکتے ۔ چنانچہ لوگوں نے ان سے کہا کہ وہ اپنا ولی عہد منتخب کر جایئے'' الفاروق شبلی ص ۲۶۳

اس کے بعد علامہ شبلی پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

''اس وقت اسلام کے حق میں جو سب سے اہم کام تھا وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا۔تمام صحابہ بار بار حضرت عمر سے درخواست کرتے تھے کہ اس مہم کو آپ طے کر جایئے''
الفاروق شبلی ص ۲۶۳

مذکورہ بیانات پر ایک نظر

اب اہل انصاف ، یہ انصاف کریں کہ حضرت عمر کے وقت آخر میں تو تمام صحابہ کو یہ خیال آ گیا کہ اس وقت اسلام کے حق میں جو سب سے اہم کام ہے وہ ایک خلیفہ کا تقرر ہے لہذا اصحابہ بار بار حضرت عمر سے یہ درخواست کرتے تھے کہ یہ کام آپ خود ہی کر جایئے ۔

گویا اصحاب رسول کا یہ متفق علیہ تصور ہوتا تو ایک طرف ، ان کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ ایک انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورہ اور ان کی آزادانہ رضامندی سے قائم ہونا چاہیے ۔ورنہ صحابہ حضرت عمر سے ہرگز بار بار یہ نہ کہتے کہ یہ کام آپ خود ہی کر جایئے ۔

اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ اب تو حضرت ابو بکر کو بھی خیال آ گیا ، حضرت عمر کو بھی خیال آ گیا ، مہاجرین کو بھی خیال آ گیا انصار کو بھی خیال آ گیا غرض کے امت کے بچے بچے کو یقین ہو گیا کہ امور مسلمین کے والی کے تقرر کا کام سابقہ والی کے ذمہ ہے ۔

اور اگر وہ اپنے بعد کے والی کا تقرر نہ کرے گا تو خدا اس مرنے والے سے پوچھے گا کہ تو نے رعایا کو بغیر والی کے کیوں چھوڑا ۔

MAAB 1431
maablib.org

ام المومنین حضرت عائشہ تک حضرت عمر کو صلاح دیتی ہیں کہ رعایا کو بغیر نگہبان کے نہ چھوڑنا ورنہ فتنہ وفساد پیدا ہوگا۔

مگر جب پیغمبر نے اپنے وقت آخر میں خود سے یہ کہا کہ مجھے کاغذ اور قلم دوات دو میں تمہیں ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ پھر تم کبھی گمراہ نہ ہو گے تو یہی حضرت عمر تھے جنہوں نے یہ کہا اس شخص کو ہذیان ہو گیا ہے، ہمیں خدا کی کتاب کافی ہے۔

الیہ قرطاس۔نسیم الریاض جلد۲ص ۲۸۸

قابل غور بات یہ ہے کہ جو کل کے مسلمان تھے ان کو تو یہ ڈر تھا کہ مرنے کے بعد خداوند تعالٰی ہم سے دریافت کرے گا کہ تم نے رعایا پر کس کو حاکم ووالی مقرر کیا لیکن خود پیغمبر کو نہ تو یہ ڈر اہوا اور نہ ہی یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے خداوند تعالٰی کے دربار میں یہ سوال کیا جائیگا کہ آپ نے اپنے بعد رعایا کا نگران، محافظ اور حاکم ووالی کیوں مقرر نہیں کیا۔

یقیناً پیغمبرؐ کو اس بات کا پورا پورا خیال تھا۔لہذا انہوں نے اپنے بعد کے حاکم و والی کا ایک بار نہیں بلکہ کئی بار یہ اعلان کیا تھا اور اتنے طریقوں سے کیا تھا کہ کسی نبی و رسول نے اپنے بعد آنے والے جانشین کے لئے اتنے طریقوں سے اور اتنی مرتبہ اعلان نہیں کیا تھا جس کا بیان اس کتاب کے پہلے حصہ میں تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے۔

مگر یہ اعلان پیغمبر کے خلیفہ و جانشین کا اعلان تھا یہ اعلان پیغمبر کے بعد آنے والے ہادی اور امام کا اعلان تھا یہ اعلان خدائی اقتدار کے نمائندے کا اعلان تھا، جس کی اطاعت خدا اور رسول کی اطاعت کی طرح فرض تھی۔

البتہ یہ انسانوں کو کسی انسان کا غلام بنانے کا اعلان نہیں تھا۔مگر صحابہ نے دنیا کی خواہش اور امارت کی حرص میں۔حکومت الٰہیہ کی بجائے انسانوں کی غلامی کا طوق انسانوں

MAAB 1431
maablib.org

کے گلے میں ڈالنے کا پروگرام بنالیا تھا لہٰذا انہوں نے اپنے منصوبہ پر عمل کیا جس کا بیان آگے آئیگا۔

بہر حال ان صحابہ کرام اور مہاجرین وانصار کی درخواستوں کو دیکھتے ہوئے اور حضرت عائشہ کی مذکورہ درخواست یا مشورہ کو مدنظر رکھتے ہوئے، کیا اب بھی کوئی باانصاف آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ''مسلم معاشرے نے یہ جان لیا تھا کہ اسلام ایک شوروی خلافت کا تقاضا کرتا ہے؟''یا

''اصحاب رسول کا یہ متفق علیہ تصور تھا کہ یہ انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورے اور ان کی آزادانہ رضامندی سے قائم ہونا چاہیے''۔

یقیناً صحابہ کرام میں سے کوئی بھی یہ نہیں جانتا تھا کہ اسلام ایک شوروی خلافت کا تقاضا کرتا ہے ان کے تو خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ یہ ایک انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورہ اور ان کی آزادانہ مرضی سے قائم ہونا چاہیے اگر وہ یہ جانتے ہوتے تو وہ حضرت عمر سے یہ نہ کہتے کہ آپ اپنا جانشین مقرر کرتے جایئے اورام المومنین حضرت عائشہ بھی یہ نہ فرماتیں کہ امت محمد کو بغیر محافظ کے نہ چھوڑ جانا، اپنا جانشین ان پر مقرر کردو بلکہ خود حضرت عمر کو بھی اس بات کا یقین نہیں تھا۔ اگر خود حضرت عمر کو اس بات کا یقین ہوتا تو وہ بھی یہ نہ کہتے کہ اگر ابوعبیدہ جراح زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ مقرر کرتا بلکہ ایک دفعہ حضرت عمر نے اپنی زندگی میں بھی یہ فرمایا تھا کہ:

" ان ادركني اجل و ابو عبيدہ حئي استخلفته "

تاریخ اسلام ذہبی جلد۲ص ۲۳

مطابق نقل سیرۃ امیر المومنین ص ۳۷۵

maablib.org

"یعنی اگر میرے وقت آخر تک ابوعبیدہ زندہ رہے تو میں انہیں اپنا خلیفہ بناؤں گا"

یہ سب باتیں جو ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہیں صحابہ کے کسی تصور کا نہیں بلکہ حضرت عمر کے اس منصوبے کا پتہ دیتی ہیں جو حضرت عمر نے حکومت الٰہیہ یا حکومت اسلامی کو اپنی یا مسلمانوں کی حکومت میں بدلنے کے لئے بنالیا تھا۔

لہذا پیغمبر کے بعد حکومت کے انعقاد کے سلسلہ کی تمام کاروائیاں حکومت الٰہیہ یا حکومت اسلامی کو مسلمانوں کی حکومت میں بدلنے کی کاروائیاں تھیں چونکہ بر بنائے شہرت مسلمانوں کی سب سے پہلی حکومت سقیفہ بنی ساعدہ میں قائم ہوئی لہذ آیئے سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ سقیفہ کی کاروائی حضرت عمر کی نظر میں کیسی تھی۔

پیغمبرؐ کے بعد مسلمانوں کی پہلی حکومت کا انعقاد

یا

سقیفہ کی کاروائی حضرت عمر کی نظر میں

مسلمانوں کی پہلی حکومت کے قیام کے بارے میں کچھ بیان کرنے سے پہلے ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ خود کارکنان سقیفہ اس تمام کاروائی کو کیسا سمجھتے تھے؟ اور یہ ہم ان کی اپنی زبانی سناتے ہیں۔

حضرت عمر کو ڈر ہوا کہ کہیں سقیفہ بنی ساعدہ کی نظیر قائم کر کے لوگ اسی شخص کی بیعت نہ کرلیں جس کو خلافت سے محروم کرنے کے لئے انہوں نے اب تک اتنی کوششیں کی تھیں لہذا انہوں نے لوگوں کو ان الفاظ کے ساتھ روکا:

نمبر 1: صحیح بخاری سے

صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا:

maablib.org

" انـه بـلـغني ان قائلا منكم يقول والله لومات عمر بايعت فلانا .
فـلا يـغترن امرء ان يقول انما كانت بيعة ابی بكر فلتة و تمت الا وانها قد
كـانت كـذالک والكن الله وقى شرها وليس منكم من تقطع الاعناق اليه
مثـل ابی بكر ، من بايع رجلا من غير مشورة من السلمين كلا يبايع هو ولا
الذی تابعه لغرة ان يقتلا" صحیح بخاری باب رجم الحبلی الجزء الرابع ص ۱۱۹۔۱۲۰

"یعنی مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے ایک کہنے والا کہتا ہے کہ اگر عمر مر جائیگا تو میں فلاں شخص سے بیعت کرلوں گا۔ کسی شخص کو دھوکے میں نہیں رہنا چاہیے کہ ابو بکر کی بیعت تو ایک نا گہانی ، اچانک بغیر مشورہ کے (فلتۃ) تھی لیکن وہ پوری ہوگئی خبردار بے شک ابو بکر کی بیعت نا گہانی ، اچانک بغیر مشورہ کے ہوئی تھی لیکن خداوند تعالیٰ نے اس کے شر سے جو اس کا لازمی نتیجہ تھا مسلمانوں کو محفوظ رکھا۔ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کی طرف لوگوں کی گردنیں اس طرح اٹھتی ہوں جس طرح ابو بکر کی طرف اٹھتی تھیں ، پس آئندہ سے جو کوئی شخص کسی سے بغیر مسلمانوں کے مشورہ کے بیعت کرے تو نہ تو اس کی بیعت کی جائے جس کی بیعت اس نے بغیر مشورہ کے کی ہے اور نہ اس بیعت کرنے والے کی پیروی کی جائے ، اگر کوئی ایسا دھوکہ کھالے تو وہ دونوں قتل کردیئے جائیں"

نمبر 2۔ خلافت وملوکیت سے :

مولانا مودودی نے اس واقعہ کو اپنی کتاب خلافت وملوکیت میں ص ۸۴ پر صحیح بخاری کتاب المحاربین باب ۱۶ اور مسند احمد جلد ا حدیث نمبر ۳۹۱ کے حوالے سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

"حضرت عمر کی زندگی کے آخری سال حج کے موقع پر ایک شخص نے کہا کہ :
"اگر عمر کا انتقال ہوا تو میں فلاں شخص کے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا کیونکہ ابو بکر کی

MAAB 1431
maablib.org

بیعت بھی تو اچانک ہوئی تھی اور آخر کار وہ کامیاب ہوگئی''۔

حضرت عمر کو اس کا اطلاع ہوئی تو انہوں نے کہا میں اس معاملہ میں تقریر کروں گا جو ان کے معاملات میں غاصبانہ تسلط قائم کرنے کے ارادے کر رہے ہیں۔

چنانچہ مدینہ پہنچ کر انہوں نے اپنی پہلی تقریر میں اس واقعہ کا ذکر کیا اور بڑی تفصیل کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ کی سرگذشت بیان کر کے یہ بتایا کہ اس وقت مخصوص حالات تھے جن میں اچانک حضرت ابو بکر کا نام تجویز کر کے میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اس سلسلے میں انہوں نے فرمایا:

''اگر میں ایسا نہ کرتا اور خلافت کا تصفیہ کئے بغیر ہم لوگ مجلس سے اٹھ جاتے تو اندیشہ تھا کہ راتوں رات لوگ کہیں کوئی غلط فیصلہ نہ کر بیٹھیں اور ہمارے لئے اس پر راضی ہونا بھی مشکل ہوا اور بدلنا بھی مشکل یہ فعل اگر میاب ہوا تو اسے ''**آئندہ کے لیے نظیر نہیں بنایا جاسکتا**''تم میں ابو بکر جیسی بلند و بالا اور مقبول شخصیت کا آدمی اور کون ہے اب اگر کوئی شخص مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی کے ہاتھ پر بیعت کرے گا تو وہ اور جس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی دونوں اپنے آپ کو قتل کے لئے پیش کریں گے'' خلافت وملوکیت ص 84

ہم ان دونوں بیانات پر اور کاروئی سقیفہ پر اس سے زیادہ اور کچھ تبصرہ کرنا نہیں چاہتے کہ حضرت عمر جیسے مدبر کے نزدیک جو شخص اس طرح سے خلیفہ بنایا جائے گا جس طرح سے سقیفہ میں انہوں نے حضرت ابو بکر کو خلیفہ بنایا تھا تو جو شخص بنے گا وہ بھی واجب القتل ہوگا اور جو اس کی بیعت کرے گا وہ بھی واجب القتل ہوگا اور اس کو آئندہ کے لیے نظیر نہیں بنایا جاسکتا۔

اس سے زیادہ اس طریقہ کے ناجائز ہونے کا اور کوئی ثبوت نہیں ہوسکتا۔ چاہے پیغمبر کے بعد مسلمانوں کی قائم ہونے والی حکومت کے طرفدار اور عقیدتمند بعد میں اسے کتنا ہی خوبصورت الفاظ کا جامہ پہناتے رہیں اپنی طرف سے نئے نئے اصول گھڑ کر ان پر

maablib.org

آیات کو چھپاتے رہیں۔

ایک اہم اور قابل غور نکتہ

اس مقام پر ایک اور نکتہ خاص طور پر قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عمر کا یہ قول کہ "اب اگر کوئی شخص مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی کے ہاتھ پر بیعت کرے گا تو وہ اور جس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی وہ دونوں اپنے آپ کو قتل کے لئے پیش کریں گے خود ان کے عمل کے خلاف ہے، حضرت ابو بکر کے بارے میں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ اس وقت حالات ہی ایسے تھے لہذا انہیں بلا کسی مشورہ کے بنایا گیا لہذا اسے نظیر نہیں بنایا جا سکتا۔

لیکن وہ خود بھی تو حضرت ابو بکر کی وصیت اور نامزدگی سے بنے اصحاب پیغمبر نے ان کی مخالفت تو کی لیکن مشورہ کی کوئی بات نہیں ہوئی اور خود ان سے جب حضرت عائشہ نے یہ کہا کہ اپنا جانشین مقرر کر جایئے تو انہوں نے یہ کیوں کہا کہ اگر ابو عبیدہ جراح زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بناتا۔ اور یقینی طور پر اگر ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو پہلے سے طے کئے ہوئے پروگرام کے مطابق حضرت عمر ضرور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو خلیفہ بناتے جیسا کہ انہوں نے رسول اللہ کی رحلت کے بعد بھی اس کا اظہار کیا تھا اور اپنی زندگی میں بھی کئی دفعہ یہ کہا کہ اگر میرے وقت آخر تک ابو عبیدہ زندہ رہا تو میں ان کو خلیفہ بناؤں گا۔

حضرت عمر کے اس طرز عمل سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب پیغمبر کا ہرگز ہرگز یہ متفق علیہ تصور نہیں تھا کہ یہ ایک انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورہ اور آزادانہ مرضی سے قائم ہونا چاہیے۔ بلکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خلافت کے بارے میں حضرت عمر ہی مرکزی کردار ادا کر رہے تھے اور حضرت علی کی طرف حکومت کے نہ جانے دینے کے لئے جونسی تدبیر انہیں بہتر دکھائی دیتی تھی اس کا اعلان فرما دیتے تھے۔

maablib.org

حضرت عمر کے بعض افعال پر ایک نظر

علامہ شبلی اپنی کتاب الفاروق میں تاریخ طبری کے ص ۱۳ و ۱۴ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''عین وفات کے دن آپ کی صحت اس قدر سنبھل گئی تھی کہ لوگوں کو بالکل صحت کا گمان ہو گیا تھا اور حضرت ابو بکر اسی خیال سے اپنے مکان کو جو مدینہ منورہ سے دو میل پر تھا واپس چلے گئے، لیکن حضرت عمر وفات کے وقت تک موجود رہے''۔

پیغمبر اکرم کی وفات کے بعد حضرت عمر کا پہلا کام

علامہ شبلی کے بیان سے ثابت ہے کہ حضرت عمر پیغمبر کی وفات کے وقت تک وہیں موجود رہے لہذا آپ کی وفات کا علم اصحاب پیغمبر میں سب سے پہلے حضرت عمر کو ہی ہوا۔

آنحضرت کے وفات فرماتے ہی حضرت عمر اپنے حلیف ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس پہنچے اور فرمایا: ''اپنا ہاتھ لاؤ تا کہ میں تمہاری بیعت کروں''

اس واقعہ کو ابن سعد نے طبقات الکبریٰ میں اس طرح لکھا ہے:

''قال لما قبض رسول الله صلعم اتی عمر ابا عبیده بن الجراح فقال ابسط یدک فلا بایعک ، فانک امین هذه الامة علی لسان رسول الله، فقال ابو عبیده لعمر ما رایت لک فهة قبلها منذ اسلمت اتبایعنی وفیکم الصدیق و ثانی اثنین'' (ابن سعد: طبقات الکبریٰ ق ا ج ۳ ص ۱۲۸۔۱۲۹)

''(رسول خداؐ کے رحلت فرماتے ہی حضرت عمر ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس آئے اور کہا کہ اپنا ہاتھ پھیلاؤ میں تمہاری بیعت کروں) کیونکہ تم اس امت کے امین ہو،

MAAB 1431
maablib.org

جیسا کہ رسول خدا نے فرمایا ہے، ابوعبیدہ نے کہا کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں میں نے اس کے قبل تم کو مذاق کرتے نہیں دیکھا، کیا تم میری بیعت کرو گے درانحالیکہ تمہارے درمیان صدیق اور دو میں کا دوسرا ہے"

اگرچہ ابوعبیدہ بن الجراح اس وقت نہیں مانے اور حضرت ابوبکر کے بارے میں اشارہ دیا لیکن حضرت عمر کے اس قول سے جو امام ذہبی نے حضرت عمر سے تاریخ اسلام میں نقل کیا ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی خفیہ معاہدہ کے ذریعہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بعد ابوعبیدہ بن الجراح تیسرے نمبر پر زمام حکومت سنبھالنے پر رضامند ہو گئے تھے اور ان تینوں نے اس ترتیب سے مسلمانوں کی حکومت کے فرمانروا بننے کا عہد کر لیا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر نے اپنی زندگی میں ہی واضح طور پر اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ:

"ان ادرکنی اجلی و ابو عبیدہ حئی استخلفته"

تاریخ اسلام ذہبی ج ۲ ص ۲۳

مطابق نقل سیرۃ امیر المومنین ص ۲۷۵

اور اس بات کا اعادہ حضرت عمر نے اپنے آخری وقت میں بھی کیا تھا جس کا بیان تاریخ طبری اور ابن قتیبہ دینوری کی کتاب الامامت والسیاست کے حوالہ سے سابقہ اوراق میں گذر چکا ہے کہ حضرت عمر نے اصحاب اور حضرت عائشہ کی درخواست پر یہ کہا کہ:

"اگر ابوعبیدہ بن الجراح زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ مقرر کرتا، اور ان کو حاکم بناتا"

حضرت عمر کے اس طرز عمل کو دیکھ کر کیا کوئی بھی شخص جو تھوڑی سی بھی عقل رکھتا ہو اور انصاف کے ساتھ بات کر سکتا ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ:

"اصحاب رسول کا یہ متفق علیہ تصور تھا کہ یہ انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورہ اور ان کی آزادانہ رضامندی سے قائم ہونا چاہیے"۔

maablib.org

حالات کوکنٹرول کرنے کی انوکھی تدبیر،
لوگوں کوقتل کی دھمکیاں

جب حضرت ابوعبیدہ بیعت کے لئے تیار نہ ہوئے اور حضرت ابوبکر کو پہلے نمبر پر رکھنے کا مشورہ دیا تو حضرت عمر نے بھی ان سے اتفاق کرلیا لیکن حضرت ابوبکر مدینے سے دو میل اپنے گھر محلّہ سخ میں تھے لہذا ان کے آنے تک حالات کوکنٹرول میں رکھنا ضروری تھا، اس مقصد کے لئے حضرت عمر نے تلوار گھما گھما کر یہ کہنا شروع کردیا کہ جوشخص یہ کہے گا کہ رسول اللہ وفات پاگئے میں اس کی گردن اڑا دوں گا ،حضرت عمر کا تلوار گھما گھما کر یہ کہنا تاریخ ،سیرۃ کی اکثر معتبر کتابوں میں لکھا ہوا ہے لہذا اسے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو: تاریخ طبری جلد ۲ ص ۴۴۲

تاریخ ابوالفداء جلد ا ص ۱۵۶۔مطابق نقل سیرۃ امیر المومنین ص ۳۵۷۔۳۵۸

الفاروق ص ۱۱۱۔ابن خلدون جز ۲ ص ۱۶۳

مطابق نقل البلاغ المبین ج ۲ طبع اول ص ۶۹۰

بہرحال جب تک حضرت ابوبکر گھر سے تشریف نہیں لائے حضرت عمر اسی طرح بدستور لوگوں کوقتل کی دھمکیاں دیتے رہے، لیکن حضرت ابوبکر نے آکر حضرت عمر کوخاموش کردیا اور یہ آیت پڑھی کہ ''محمد اللہ کے رسول ہی تو ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذرے ہیں تو اگر وہ مرجائیں یا قتل ہوجائیں تو تم اپنی پشتوں کی طرف لوٹ جاؤ گے''

حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی زبان سے یہ آیت سنی تو حیرت سے کہا۔

" او انها في كتاب الله ما شعرت انها في كتاب الله ثم قال يا ايهاالناس هذا ابو بكر ذو سبيقة في المسلمين فبايعوه ، فبايعوه "

MAAB 1431
maablib.org

البدایہ والنھایہ جلد۵ ص۲۴۲

مطابق نقل سیرۃ امیر المومنین ص ۳۶۰

''حضرت عمر نے فرمایا کیا یہ آیت قرآن مجید میں ہے؟ مجھے تو یہ علم ہی نہ تھا کہ یہ قرآن کی آیت ہے، پھر کہا اے لوگو یہ ابو بکر ہیں، جنہیں مسلمانوں میں سبقت حاصل ہے ان کی بیعت کرلو، ان کی بیعت کرلو۔

کون کون سی بات کولیا جائے، کیا اب بھی کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ:

''اصحاب رسول کا یہ متفق علیہ تصور تھا کہ یہ ایک انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورہ اور آزادانہ مرضی سے قائم ہونا چاہیے''

اس سے تو صاف اور واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسا انقلاب تھا جس میں خلافت کی اونٹنی کی مہار حضرت عمر کے ہاتھ میں تھی وہی اس کو جس طرح چاہتے تھے موڑ دیتے تھے۔

یہ انقلاب عظیم کیوں ہوا؟

حضرت عمر کے قول کے مطابق یہ انقلاب عظیم اس وجہ سے ہوا کہ ان کی قوم کے لوگوں نے نہ چاہا کہ نبوت وخلافت کا اجتماع او راستقرار ایک خاندان میں ہو۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اس انقلاب کا کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہونا محض حضرت عمر کی تدابیر وتجاویز اور منصوبہ بندی کا رہین منت ہے جو شخص حضرت کے سیاسی داؤ پیچ اور ان کی سیاسی بصیرت اور سیاست کی کامیابی کا محیر العقول طور پر انجام پانے کا منکر ہے وہ احمق ہے تاریخی حیثیت سے حضرت عمر کی سیاست ایک دلچسپ مضمون ہے بشرطیکہ اسے تاریخی نکتہ نگاہ سے دیکھا جائے۔

کسی مدبر یا کسی وزیر سلطنت یا کسی بادشاہ کی سیاست کو اسی وقت صحیح طور پر پرکھا

MAAB 1431
maablib.org

جا سکتا ہے جب اس کی سیاست کا مقصد معلوم ہو جائے ۔لہذا سب سے پہلے ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ حضرت عمر کی سیاست کا مقصد کیا تھا۔

حضرت عمر کی سیاست کا مقصد ایک اور فقط ایک تھا اور وہ یہ تھا کہ:

''رسول خدا کی رحلت کے بعد حکومت ظاہری خاندان نبوت میں نہ جانے پائے اور ایسی تدابیر اختیار کی جائیں کہ آئندہ بھی حکومت کا رخ کبھی ادھر نہ ہو''

کارکنان قضا وقدر فیصلہ کر چکے تھے کہ امت محمد کا امتحان آل محمدؐ کے ذریعہ سے لیا جائے ،لہذا کچھ تو واقعات نے حضرت عمر کی مساعدت کی اور بہت سے مشکل مواقع پر ایسا بھی ہوا کہ حضرت عمر نے خود اپنے مقصد کی موافقت کے لئے واقعات پیدا کر لئے ۔نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عمر کو اپنے مقصد کے حصول میں ایسی مکمل کامیابی ہوئی کہ جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی ۔

اگر حضرت عثمان کے عمال غلطیوں پر غلطیاں نہ کرتے تو ایک قلیل عرصہ کے لئے جو حکومت کا رخ خاندان نبوت کی طرف ہو گیا تو وہ بھی نہ ہوتا ،اور حضرت عمر کی خواہش کے مطابق چوتھے خلیفہ بھی حضرت علی نہ بن سکتے۔

اس امر کا ثبوت کہ حضرت عمر کی سیاست کا مقصد یہ تھا جو اوپر بیان ہوا بہت آسان ہے اول تو حضرت عمر کے سوانح حیات ہی اس کا واضح ثبوت ہیں دوسرے حضرت عمر نے خود اس کا اقبال کر لیا ہے۔

علامہ شبلی نے اپنی کتاب ''الفاروق''میں تاریخ طبری کے حوالے سے عبداللہ بن عباس اور حضرت عمر کے دو مکالمے یہ کہہ کر درج کئے ہیں کہ ان سے حضرت عمر کے خیالات کا راز سربستہ معلوم ہو گا۔ان مکالموں کو انہوں نے بطور فٹ نوٹ کے درج کیا ہے،ان کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔علامہ شبلی لکھتے ہیں

''حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی کے تعلقات قریش کے ساتھ کچھ ایسے پیچ در پیچ

تھے کہ قریش کسی طرح سے ان کے آگے سرنہیں جھکا سکتے تھے۔علامہ طبری نے اس معاملہ کے متعلق حضرت عمر کے خیالات مکالے کی صورت میں نقل کئے ہیں ہم ان کو اس موقع پر اس لئے درج کرتے ہیں کہ اس سے حضرت عمر کے خیالات کا راز سربستہ معلوم ہوگا مکالمہ عبداللہ بن عباسؓ سے ہوا تھا جو حضرت علیؑ کے ہم قبیلہ اور طرفدار تھے۔

حضرت عمر: تمہارے باپ، رسول اللہ کے چچا اور تم رسول اللہ کے چچیرے بھائی ہو، پھر تمہاری قوم تمہاری طرفدار کیوں نہ ہوئی؟

عبداللہ بن عباسؓ: میں نہیں جانتا

حضرت عمر: لیکن میں جانتا ہوں، تمہاری قوم تمہارا سردار ہونا گوارا نہیں کرتی۔

عبداللہ بن عباسؓ: کیوں؟

حضرت عمر: وہ نہیں پسند کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت دونوں آجائیں۔شاید تم یہ کہو کہ حضرت ابوبکر نے تم کو خلافت سے محروم کردیا، لیکن خدا کی قسم یہ بات نہیں۔ ابوبکر نے وہ کیا جس سے زیادہ مناسب کوئی بات نہیں ہوسکتی تھی، اگر وہ تم کو خلافت دینا بھی چاہتے تو ان کا ایسا کرنا تمہارے حق میں کوئی مفید نہ ہوتا۔ الفاروق ص ۲۶۵

اس مکالمہ میں اگر چہ خاندان کی بات کی گئی ہے لیکن اصل میں یہ نعرہ ہی نعرہ تھا تا کہ علی کو اقتدار سے محروم کر کے خود حکومت حاصل کی جاسکے۔

اس مکالے میں حضرت عمر کا یہ فقرہ بھی انتہائی طور پر قابل غور ہے کہ اگر وہ تم کو خلافت دینا بھی چاہتے تو ان کا ایسا کرنا تمہارے حق میں کوئی مفید نہ ہوتا۔

اس فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس انقلاب کے برپا کرنے والے اصل میں اکیلے حضرت عمر ہی تھے اور ایک عقلمند اور سمجھدار انقلابی لیڈر کی طرح حضرت ابوبکر کو آگے کرلیا تھا۔

دوسرا مکالمہ اس سے زیادہ مفصل ہے کچھ باتیں تو وہی ہیں جو پہلے مکالمہ میں

MAAB 1431
maablib.org

گذریں کچھ نئی ہیں اور وہ یہ ہیں:

حضرت عمر: کیوں عبداللہ بن عباس تمہاری نسبت میں بعض باتیں سنا کرتا تھا لیکن میں نے اس خیال سے اس کی تحقیق نہیں کی کہ تمہاری عزت میری آنکھوں میں کم نہ ہو جائے۔

عبداللہ بن عباسؓ: وہ کیا باتیں ہیں؟

حضرت عمر: میں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ لوگوں نے ہمارے خاندان سے خلافت حسداً اور ظلماً چھین لی ہے۔

عبداللہ بن عباسؓ: ظلماً کی نسبت تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا، کیونکہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے لیکن حسداً تو اس کا کیا تعجب ہے، ابلیس نے آدم پر حسد کیا اور ہم لوگ آدم ہی کی اولاد ہیں، پھر محسود ہوں تو کیا تعجب ہے۔

حضرت عمر: افسوس خاندان بنی ہاشم کے دلوں سے پرانے رنج اور کینے نہ جائیں گے

عبداللہ بن عباسؓ: ایسی بات نہ کہیے رسول اللہؐ بھی ہاشمی ہی تھے

حضرت عمر: اس تذکرے کو جانے دو

عبداللہ بن عباسؓ: بہت مناسب الفاروق ۲۶۶

طبری جز ۶ ص ۳۰ تا ۳۲

تاریخ الکامل جز ء ۳ ص ۲۴ ـ ۲۵

ان مکالموں میں حضرت عبداللہ نے آدم اور ابلیس کی مثال دے کر اتنے بڑے موضوع کو جو ایک سالم کتاب میں آتا ایک فقرے میں بند کر دیا ہے۔ حضرت آدم خدا کے مقرر کردہ خلیفہ اور ہادی تھے اور ابلیس نے خدا کے حکم کے باوجود آدم کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا ابلیس نے بھی آدم پر حسد ہی کیا تھا۔ عبداللہ بن عباس نے اس مکالمہ میں بتا دیا کہ حضرت علیؑ سے بھی ظلم اور حسد کی بناء پر اقتدار چھینا گیا ہے اور یہ بات ایسی عیاں ہے کہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔

اور حضرت عمر نے بھی یہ کہہ کر اس کی تصدیق کر دی کہ لوگوں کا مقصد یہ تھا کہ

maablib.org

نبوت وحکومت ایک خاندان میں جمع نہ ہوں۔

یہ مقصد خاندان کے حسد ہی پر مبنی تھا لیکن علامہ شبلی کی مورخانہ دیانت ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی کے تعلقات قریش کے ساتھ کچھ ایسے پیچ در پیچ تھے کہ قریش ان کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے''

علامہ شبلی نے جو مکالمہ درج کیا ہے اس نے تو اصل وجوہات بتا دی ہیں پھر ان وجوہات کو پیچ در پیچ کے پیچ دار فقرے میں چھپانے کا کیا فائدہ۔،

حضرت علی کے قریش کے ساتھ کوئی علیحدہ معاملات نہیں تھے،حضرت علیؑ کی کوئی ذاتی دشمنی کسی کے ساتھ نہیں تھی ،وہی دشمنی تھی جو اسلامی جنگوں کی وجہ سے ہو سکتی تھی لہذا حضرت علیؑ پر تو آنحضرتؐ اور اسلام کی مدد کرنے کا ہی جرم عائد ہو سکتا ہے۔

لطیفہ یہ ہے کہ علامہ شبلی حضرت علی اور رسول خداؐ اور بنی ہاشم کے معاملات ملا کر نہیں کہتے۔ بلکہ محض حضرت علیؑ کے معاملات پیچیدہ بتاتے ہیں کاش شبلی صاحب مورخانہ تحقیق سے یہ بھی بتا دیتے کہ وہ پیچ در پیچ معاملات کیا تھے؟

البتہ حضرت عمر کے اس قول سے کہ ''بنو ہاشم کے دلوں میں پرانے کینے اور رنج ہیں'' اس امر واقعہ کی توثیق و تصدیق ہوگئی کہ اسلام سے پہلے ان کے اور بنی ہاشم کے خاندان میں آپس میں دشمنی تھی جیسا کہ علامہ سیوطی اور دوسرے مورخین ومحدثین ومفسرین نے لکھا ہے کہ

" ان بنی تمیم و بنی عدی و بنی هاشم کان بینهم فی الجاهلیة فلما اسلما هولاء القوم تحابوا'' الدر المنثور سیوطی جز ۴ ص ۱۰۱

صواعق محرقہ ابن حجر ص ۳۱

ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ جلد ا ص ۲۱۰

MAAB 1431
maablib.org

''یعنی زمانہ جاہلیت میں بنو ہاشم اور بنو عدی و بنو تمیم کے درمیان دشمنی تھی لیکن یہ قبیلے جب مسلمان ہو گئے تو آپس میں دوست بن گئے''

قابل غور بات یہ ہے کہ مذکورہ مورخین و محدثین و مفسرین تو اپنی طرف سے یہ کہتے ہیں کہ جب یہ قبیلے مسلمان ہو گئے تو دوست بن گئے مگر حضرت عمر کہتے ہیں کہ نہیں یہ کینے اور رنج بنو ہاشم کے دلوں میں باقی ہیں۔

مگر واقعات خلافت اس بات کو حضرت عمر پر منطبق کر رہے ہیں

حضرت عمر صاف کہتے ہیں کہ قریش یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت دونوں آ جائیں۔

اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ایک عقلمند اور سمجھ دار سیاست دان ہمیشہ اپنی خواہش کا اظہار دوسروں پر رکھ کر کیا کرتا تھا۔ مثلاً وہ جو کچھ چاہتا ہے اسے یوں کہتا ہے عوام اس بات کو پسند نہیں کرتے، عوام ہرگز ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ حضرت عمر نے بھی اپنے دل کی بات کو قریش کی طرف نسبت دے کر بیان کیا ہے۔

حضرت عمر کا یہ جملہ بھی بڑا وزن دار ہے کہ

''اگر وہ خلافت دینا بھی چاہتے تو ان کا ایسا کرنا تمہارے حق میں کوئی مفید نہ ہوتا''

کیوں مفید نہ ہوتا؟

مولانا شبلی اس بارے میں واشگاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ:

''حقیقت یہ ہے کہ اس نازک وقت میں حضرت عمر نے نہایت تیزی اور سرگرمی کے ساتھ جو کاروائیاں کیں ان میں گو بعض بے اعتدالیاں پائی جاتی ہیں، لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ انہیں بے اعتدالیوں نے اٹھتے ہوئے فتنوں کو دبا دیا۔ بنی ہاشم کی سازشیں اگر قائم رہتیں تو اسی وقت جماعت اسلامی کا شیرازہ بکھر جاتا اور وہی خانہ جنگیاں برپا ہو جاتیں جو آگے چل کر جناب علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ میں واقع ہوئیں'' (الفاروق ص ۱۱۹)

MAAB 1431
maablib.org

شبلی صاحب کے بیان کا واضح مطلب یہ ہے کہ اگر بنی ہاشم کے دعوے کے مطابق، جسے انہوں نے بنی ہاشم کی سازشیں لکھا ہے، حضرت علی خلیفہ ہو جاتے تو وہ خانہ جنگیاں جو چوتھے نمبر پر جا کر حضرت عمر کے مقرر کردہ گورنر کے توسط سے ہوئیں وہ ابھی شروع ہو جاتیں۔

اور اس بات کے تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ پہلے نمبر پر علی کے خلیفہ بن جانے کی صورت میں خانہ جنگی سوائے ان کے اور کون شروع کرتا جن کا نعرہ ہی یہ تھا کہ نبوت اور خلافت کو ایک خاندان میں نہیں جانے دیں گے۔

پس واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ ان ساری کاروائیوں کی قیادت کرنے والے حضرت عمر ہی تھے اور اگر ان کا منصوبہ کامیاب نہ ہوتا اور حکومت حضرت علی کے پاس چلی جاتی تو وہ ابھی سے جنگ چھیڑ دیتے جیسا کہ بعد میں معاویہ نے چھیڑی۔

پس یہ ایک انقلاب تھا جس کے بانی حضرت عمر تھے۔

اس انقلاب کا نعرہ یہ تھا کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت نہیں جانے دیں گے۔

اور چونکہ پیغمبر نے ان کو اپنا جانشین نہیں بنایا تھا بلکہ یہ خود سے انقلاب برپا کر کے برسر اقتدار آئے تھے لہذا اس حکومت کے طرفداروں اور عقیدتمندوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ پیغمبرؐ نے کسی کو بھی اپنا جانشین نہیں بنایا تھا۔

اور یہ کہ مسلم معاشرے نے خود سے یہ جان لیا تھا کہ اسلام ایک شوروی خلافت کا تقاضا کرتا ہے۔

اور یہ کہ اصحاب رسول کا یہ متفق علیہ تصور تھا کہ یہ ایک انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورہ اور ان کی آزادانہ مرضی سے قائم ہونا چاہیے۔

اور یہ تینوں باتیں اب تک کے بیان سے قطعی طور پر غلط اور باطل ثابت ہو گئیں۔

MAAB 1431
maablib.org

مسلمانوں کی حکومت کے قیام کے بعد نئے نئے نظریات گھڑے گئے

چونکہ پیغمبر کے بعد مسلمانوں کی جو سب سے پہلی حکومت قائم ہوئی وہ انقلاب کے ذریعہ مسلمانوں کی حکومت کا قیام تھا۔ جس میں خدا کے مقرر کردہ ہادی اور پیغمبرؐ کے مقرر کردہ خلیفہ و جانشین کے نظام کو ترک کر کے حکومت کو مسلمانوں کی طرف منتقل کر دیا گیا تھا جس کا کوئی اصول و ضابطہ نہیں تھا لہذا انقلاب کی کامیابی کے بعد برسر اقتدار آنے والی حکومت کے طرفداروں اور عقیدتمندوں نے بعد میں نئے نئے نظریات گھڑنے شروع کر دیئے اور نئے نئے اصول اور ضابطے بنائے گئے یہاں تک کہ قرآن کریم کی آیات کو بھی اپنے گھڑے ہوئے نظریات پر چپکانا شروع کر دیا، اگر چہ ان گھڑے ہوئے نظریات اور اصول وضوابط میں سے بھی کوئی سا نظریہ اور اصول وضوابط ان برسر اقتدار آنے والوں پر صحیح طور پر منطبق نہیں ہوتا مگر ان کے طرفداروں اور عقیدتمندوں نے اپنی سی کوششیں کی ہیں۔ چنانچہ مولانا مودودی صاحب اپنی کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں ''اجتماعی خلافت'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''اس جائز اور صحیح نوعیت کی خلافت کا حامل کوئی ایک شخص یا خاندان یا طبقہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ جماعت اپنی مجموعی حیثیت میں ہوتی ہے جس نے مذکورہ بالا اصولوں کو تسلیم کر کے اپنی ریاست قائم کی ہو۔ سورہ نور کی آیت نمبر ۵۵ کے الفاظ ''**یستخلفنهم في الارض** '' اس معاملے میں صریح ہیں۔

اس فقرے کی رو سے اہل ایمان کی جماعت کا ہر فرد خلافت میں برابر کا حصہ دار ہے

کسی شخص یا طبقہ کو عام مومنین کے اختیارات خلافت سلب کر کے انہیں اپنے اندر مرکوز کر نے لینے کا حق نہیں ہے۔

نہ کوئی شخص یا طبقہ اپنے حق میں خدا کی خصوصی خلافت کا دعویٰ کرسکتا ہے۔

یہی چیز اسلامی خلافت کو ملوکیت، طبقاتی حکومت اور مذہبی پیشواؤں کی حکومت سے الگ کر کے اسے جمہوریت کے رخ پر موڑتی ہے۔

خلافت وملوکیت ۳۵۔۳۶

خدا اور سول کے مقرر کردہ ہادیوں اور مذہبی پیشواؤں سے حکومت نکالنے کے لئے حکومت کے طرفدار یہاں تک جانے کے لئے تیار ہو گئے کہ ہر قوم جو زمین کے کسی بھی حصہ میں برسر اقتدار ہو اسے خلیفہ کہنے پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ مولانا مودودی لکھتے ہیں:۔

''ہر وہ قوم جسے زمین کے کسی حصہ میں اقتدار حاصل ہوتا ہے در اصل وہاں خدا کی خلیفہ ہوتی ہے''۔ خلافت وملوکیت ص ۳۴

مولانا مودودی صاحب نے مذکورہ نظریہ قائم کر کے پھر جس طرح سے قرآنی آیات کو اپنے نظریہ پر چپکایا ہے وہ آیات قرآنی کا ایک طرح سے قتل عام ہے۔

لیکن مولانا مودودی صاحب نے اپنی کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں یہ موضوع اپنایا ہے کہ پہلے چار خلفاء تک تو خلافت رہی اس کے بعد خلافت کی جگہ ملوکیت نے لے لی۔ ان کی یہ بات خود ان کے اس نظریہ کے بھی خلاف ہو گئی کہ:

''ہر وہ قوم جسے زمین کے کسی حصہ میں اقتدار حاصل ہوتا ہے در اصل وہاں خدا کی خلیفہ ہوتی ہے''۔

حقیقت یہ ہے کہ پیغمبرؐ کے بعد مسلمانوں کی سب سے پہلی قائم ہونے والی حکومت نہ تو خدا کی خلافت تھی اور نہ ہی ملوکیت، بلکہ یہ مسلمانوں کی ایک ایسی حکومت تھی جس کے سربراہ کے لئے اس وقت کوئی نام تجویز ہی نہیں ہوتا تھا۔

MAAB 1431
maablib.org

اور خلیفہ یا خلافت تو کوئی منصب یا عہدہ ہی نہیں ہے جسے ہم نے اپنی کتاب" خلافت قرآن کی نظر میں" میں تفصیل کے ساتھ ثابت کیا ہے لہذا ابتدا میں مسلمانوں کی قائم شدہ اس حکومت کے سربراہ کے لئے حتمی طور پر خلیفہ کا نام رکھا ہی نہیں گیا تھا۔

سقیفہ بنی ساعدہ کے کے ہنگامے میں بھی انصار نے جو مطالبہ کیا وہ یہ تھا کہ" منا امیر و منکم امیر" ایک امیر ہم سے ہو اور ایک امیر تم میں سے، اگر خلافت کی کوئی بحث ہوتی تو یوں کہا جاتا" منا خلیفة و منکم خلیفة"

اور حضرت ابو بکر نے بھی اس کے جواب میں خلیفہ کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ آپ نے اس کے جواب میں یہ فرمایا کہ:

" و الکنا الامراء انتم انور ر ا ء" (صحیح بخاری کتاب فضائل الصحاب النبی)

"یعنی ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر ہو ہو گے"

اور اس کے بعد حضرت عمر نے جو تقریر فرمائی اس میں بھی خلافت یا امامت کا ایک بھی لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ ساری تقریر میں" امیر" یا" امارت" یا" ولی امور" یا" حکومت و سلطنت" اور" سلطان محمد" کے الفاظ ہی استعمال ہوئے ہیں جسے ہم طبری کے حوالہ سے سابق میں نقل کر آئے ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ مسلمانوں کی حکومت کے سربراہوں اور فرمانرواؤں کو خلیفہ کیوں کہا جانے لگا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ پیغمبرؐ نے اپنی زندگی میں متعدد بار یہ فرمایا تھا کہ" میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا البتہ خلفاء میرے بھی ہوں گے"

صحیح بخاری باب 350 حدیث 672

لہذا بنی امیہ کے حکمرانوں نے مسلم عوام کو فریب دینے کے لئے یہ لقب اختیار کر لیا اور اپنے سے پہلے حکمرانوں کو بھی، ان کے شدید انکار کے باوجود، انہوں نے اس لقب کے ساتھ مشہور کیا، حالانکہ پیغمبرؐ نے نہ صرف یہ بتلایا تھا کہ میرے بعد خلفاء ہوں گے بلکہ یہ بھی

MAAB 1431
maablib.org

بتلا دیا تھا کہ میرے بعد ہونے والے خلفاء یعنی جانشینوں کی تعداد بارہ ہوں گی۔

پیغمبرؐ کی یہ حدیث صحاح ستہ اور حدیث کی تمام مستند اور معتبر کتابوں میں موجود ہے اور اس حدیث کے صحیح اور مستند ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔حوالے سابقہ اوراق میں ملاحظہ ہوں۔

اور اس خلافت اور جانشینی سے مراد ان کاموں میں جانشینی ہے جو نبوت کے علاوہ پیغمبرؐ کے فرائض میں ہادی و رہنما و امام امت کی حیثیت سے حاصل تھے اور مسلمانوں کی حکومت کے پہلے دونوں فرمانروا اس حقیقت کو اچھی طرح سے جانتے اور سمجھتے تھے۔

چنانچہ ابن اثیر جزری نے اپنی کتاب ''نهاية االلغة ''میں خود حضرت ابو بکر کے خود کو خلیفہ کہلانے سے انکار کے واقعہ کو نقل کیا ہے۔جسے ہم نے اپنی کتاب ''خلافت قرآن کی نظر میں''میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

اور حضرت عمر کے بارے میں بھی تاریخوں میں یہ واضح طور پر ملتا ہے کہ انہوں نے بھی اپنے کو خلیفہ کہلوانے سے انکار کیا، بلکہ اکثر اس فکر میں رہا کرتے تھے کہ میں کیا ہوں؟

چنانچہ مولانا مودودی صاحب نے اپنی کتاب ''خلافت و ملوکیت''میں طبقات ابن سعد ج ۳ ص 306 و 307 کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ:

حضرت عمر نے ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی سے پوچھا کہ ''میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ''

ایک اور موقع پر حضرت عمر نے اپنی مجلس میں کہا:

''خدا کی قسم میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ:

''میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ،اگر میں بادشاہ ہو گیا ہوں تو یہ بڑی سخت بات ہے''۔

خلافت و ملوکیت ص۔88

حضرت عمر کی یہ بات معمولی بات نہیں ہے اور بلاوجہ نہیں ہے کہ حضرت عمر جیسا

maablib.org

معاملہ فہم قسم کھا کر یہ کہے کہ:

''خدا کی قسم میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ''۔

حضرت عمر نے قسم کھا کر جو بات کہی تھی اس سے صاف طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں کی قائم ہونے والی حکومت کے سربراہ کے لئے کسی لقب، عہدے یا منصب کے نام کا انتخاب نہیں ہوا تھا۔ اور جو چیز قائم ہوئی تھی یا حاصل ہوئی تھی وہ صرف حکومت اور عرب کی امارت و سلطنت تھی اور شاید اسی لئے حضرت عمر نے اپنے لئے بادشاہ یا خلیفہ کہلانے کی بجائے ''امیر المومنین'' کا لقب اختیار کر لیا تھا۔

چنانچہ علامہ شبلی نے ''الفاروق'' میں اس لقب کے اختیار کرنے کو حضرت عمر کی'' اولیات'' میں شمار کیا ہے۔ الفاروق ص-611

اس مقام پر یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہمیں یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی کہ حضرت ابوبکر کس طرح سے برسر اقتدار آئے اور حضرت عمر کو حکومت کیسے ملی لیکن جب تک ان دونوں حضرت کے برسر اقتدار آنے کا حال حدیث و تاریخ و سیرت کی مستند کتابوں سے بیان نہ کیا جاتا، تحقیق کے نکتۂ نظر سے مذکورہ دونوں تنقیحات کی حقیقت کو معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ:

نمبر 1: کیا واقعاً مسلم معاشرے نے خود سے یہ جان لیا تھا کہ اسلام ایک شوروی خلافت کا تقاضا کرتا ہے؟

نمبر 2: کیا واقعاً اصحاب رسول کا یہ متفق علیہ تصور تھا کہ یہ ایک انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورہ اور ان کی آزادانہ رضامندی سے قائم ہونا چاہیے؟

مگر اب حدیث و تاریخ و سیرت کی مستند کتابوں سے مذکورہ دونوں حضرات کے برسر اقتدار آنے کا حال معلوم کرنے سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ مسلم معاشرے کو اس بات کا احساس تک نہ تھا کہ

MAAB 1431
maablib.org

نمبر 1: اسلام ایک شوروی خلافت کا تقاضا کرتا ہے۔

نمبر 2: اور نہ ہی اصحاب رسول کا یہ متفق علیہ تصور تھا کہ یہ ایک انتخابی منصب ہے جسے مسلمانوں کے باہمی مشورے اور ان کی آزادانہ رضامندی سے قائم ہونا چاہیے۔

بنابریں خلفائے راشدین میں سے کسی کی حکومت کو جمہوری نہیں کہہ سکتے۔

اسلامی حکومت اور دنیاوی تسلط میں فرق

اس بات میں کوئی بھی شخص اختلاف نہیں کر سکتا کہ قرآن کی رو سے خدا نے جتنے بھی رسول بھیجے ان سب کی اطاعت خدا کی طرف سے واجب اور فرض تھی اور ان کا حکم واجب التعمیل تھا یعنی اہل ایمان کے لئے خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہی ان کے اصل حکمران تھے۔

لیکن دنیاوی تسلط و اقتدار سوائے چند رسولوں کے اور کسی کو حاصل نہ ہوا ان گنے چنے چند رسولوں میں حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ، اور حضرت سلیمانؑ ہیں۔ دنیاوی تسلط و اقتدار کے اعتبار سے چونکہ ان رسولوں نے بادشاہوں کی جگہ لی تھی لہذا یہ سب کے سب بادشاہ کہلاتے تھے۔

حضرت یوسفؑ نے بادشاہ مصر کی جگہ لی لہذا وہ بادشاہ کہلائے، حضرت داؤدؑ نے جالوت بادشاہ اور طالوت بادشاہ کی جگہ لی لہذا وہ بھی بادشاہ کہلائے اور حضرت سلیمانؑ داؤد بادشاہ کے وارث ہوئے لہذا وہ بھی بادشاہ کہلائے۔

یہ سب کے سب رسول، خدا کے حکم سے پہلے بھی واجب الاطاعت تھے اور ان کا حکم اہل ایمان کے لئے پہلے بھی نافذ العمل تھا لیکن تسلط اور اقتدار کی وجہ سے وہ ملک بھر میں قانون الٰہی اور حکم خداوندی کو نافذ کرنے کے قابل ہو گئے۔

ورنہ نوح اس وقت بھی خدا کی طرف سے ہی واجب الاطاعت تھے جب قوم پتھر مار رہی تھی، ابراہیم اس وقت بھی خدا کی طرف سے واجب الاطاعت تھے جب نمرود بادشاہ

MAAB 1431
maablib.org

تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور ابراہیمؑ پر ستم ڈھا رہا تھا۔ موسیٰ اس وقت بھی خدا کی طرف سے واجب الاطاعت تھے جب فرعون بادشاہ تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور موسیٰ اور اس کی قوم پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھا رہا تھا۔

اسی طرح پیغمبر اکرم اس وقت بھی واجب الاطاعت تھے جبکہ مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں ظلم وستم کا شکار بنے ہوئے تھے لیکن اہل ایمان کے لئے حاکم وہی تھے مگر تسلط اور اقتدار حاصل نہ تھا۔

اسی وجہ سے جس وقت پیغمبر اسلام نے ہجرت کا قصد فرمایا تو حکم خداوندی ہوا اے پیغمبر اب تم مجھ سے یہ دعا کرو:

" و قل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا " (بنی اسرائیل ۔80)

"اور (اے پیغمبرؐ اب تم یہ دعا کرو اور) یہ کہو کہ اے میرے پروردگار مجھ کو پسندیدہ مقام پر پہنچائیو اور خوبی کے ساتھ مجھے یہاں سے لے جائیو اور میرے لئے مدد کرنے والا غلبہ اور تسلط مقرر فرما دیجیو"۔

چنانچہ حکم خدا سے پیغمبرؐ کی یہ دعا قبول ہوئی اور مدینہ آنے کے بعد بتدریج غلبہ، تسلط اور اقتدار قائم ہوتا چلا گیا۔

لیکن یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اس تسلط اور غلبہ سے پہلے بھی پیغمبرؐ بحکم خدا" **وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله** "واجب الاطاعت اور مسلمانوں اور اہل ایمان کے فرمانروا اور حاکم تھے اور اگر یہ غلبہ اور تسلط جو مدینہ آکر حاصل ہوا، یہ نہ ہوتا تب بھی پیغمبرؐ ہی مذکورہ آیت کی رو سے تمام مسلمانوں اور اہل ایمان کے فرمانروا تھے، لیکن اس غلبہ اور تسلط کی وجہ سے آپ کو قانون الٰہی اور حکم خداوندی کو نافذ کرنے کی طاقت حاصل ہوگئی۔

پیغمبر کے پاس بھی یہ غلبہ اور تسلط اور یہ اقتدار ایسا ہی تھا جیسا دوسروں کے پاس

maablib.org

ہوتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ دوسروں کے پاس ہوتا ہے تو وہ اپنی چلاتے ہیں لیکن جب یہ پیغمبر کے پاس آ گیا تو انہوں نے خدا کی منشاء کے مطابق حکم چلایا۔

بالفاظ دیگر جب خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں اور ہادیوں کے پاس اقتدار اور تسلط آجائے تو یہ ایسا ہے جیسا کہ اصل حقدار کے پاس حق پہنچ گیا لیکن جب یہ دوسروں کے پاس ہو تو یہ ایسا ہے جیسا کہ خدا کے مقرر کردہ ہادیوں اور اس کے اقتدار اعلیٰ کے حقیقی نمائندوں کا حق چھینا ہوا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ جب تسلط و اقتدار حضرت علیؑ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا:

"الأن اذ رجع الحق الیٰ اصله و نقل ابیٰ منتقله" (نہج البلاغہ)

"آج حق اپنے اصل کی طرف لوٹ آیا ہے اور جہاں اسے منتقل ہونا چاہیے تھا وہاں منتقل ہو گیا ہے"

اس مقام پر ایک اور مسئلہ بھی حل ہو گیا اور وہ یہ ہے کہ قرآن کی رو سے حضرت یوسفؑ بادشاہ بھی تھے اور رسول بھی، حضرت داؤد بادشاہ بھی تھے اور رسول بھی، حضرت سلیمان بادشاہ بھی تھے اور رسول بھی تو پھر یہ کیسے کہا جاتا ہے کہ اسلام میں بادشاہت نہیں ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ بادشاہ مصر کے جانشین بنے تھے لہذا بادشاہ کہلائے، حضرت داؤد بھی جالوت اور طالوت بادشاہ کے جانشین بنے تھے لہذا بادشاہ کہلائے، حضرت سلیمان بھی حضرت داؤد کے جو بادشاہ تھے جانشین اور وارث بنے تھے لہذا بادشاہ کہلائے۔

لیکن پیغمبر گرامی اسلام کو جو تسلط اور غلبہ خدا نے عطا فرمایا اس میں آپ کسی بادشاہ کی جگہ فرمانروا نہیں بنے تھے، بلکہ وہی نبی و رسول اور امام و ہادی کی حیثیت سے جیسے پہلے فرمانروا و حاکم تھے ایسے ہی تسلط اور غلبہ کے بعد بھی حاکم رہے۔

اور چونکہ آپ نے کسی بادشاہ کی جگہ نہیں لی لہذا آپ بادشاہ بھی نہیں کہلائے بلکہ

MAAB 1431
maablib.org

اقتدار براہ راست نبی ورسول اور امام وہادی دین کے پاس آگیا اسی لئے خدا نے فرمایا کہ:

" لا تفسدوا في الارض بعد اصلاحها" (الاعراف ۔۵٦)

''زمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد اب فساد نہ کرنا''

'' بعد اصلاحها '' کا جملہ بتا رہا ہے کہ زمین پہلے معرض فساد میں تھی اب کوئی بات ایسی ہوئی ہے جسے خدا یہ کہہ رہا ہے کہ اب زمین کی اصلاح ہو گئی ہے اور وہ اصلاح یہی ہے کہ نبی ورسول، امام وہادی خلق اور خداوند تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کے حقیقی نمائندے کو قوانین الٰہی کے نفاذ کے لئے تسلط و اقتدار حاصل ہو گیا ہے۔

لہذا اس اصلاح میں فساد اسی طرح ہوگا جب خدا کے مقرر کردہ امام اور ہادیان دین اور خدائی اقتدار اعلیٰ کے حقیقی نمائندوں سے تسلط و اقتدار کو نکال کر دوسرے لوگوں کی طرف منتقل کر دیا جائے۔

کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ زمین حالت فساد میں تھی خدائے تعالیٰ نے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ذریعہ سے اس کی اصلاح کی پھر یہ حکم دیا کہ اب اصلاح ہو جانے کے بعد زمین میں فساد نہ کرنا۔

اور تفسیر قمی میں اس کے معنی یہ منقول ہیں کہ:

''خدائے تعالیٰ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور جناب علی مرتضیٰؑ کے ذریعہ سے زمین کی اصلاح کر دی تھی مگر لوگوں نے جب بعد رسول خدا جناب امیر المومنین علیہ السلام کی اطاعت چھوڑ دی تو پھر اس کو خراب کر دیا۔

اور چونکہ خداوند تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ جانتا ہے کہ لوگوں کی خواہشات نفسانی انہیں ہادیان دین کی اطاعت سے نکال کر اپنی حکومت کی طرف مائل کر دیں گی اور یہ زمین میں پھر سے فساد پیدا کریں گے لہذا اس نے بطور پیش گوئی کہ یہ ارشاد فرمایا کہ

" ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدى الناس ليذيقهم

maablib.org

بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون "   (الروم ـ۴۱)

''لوگوں کے ہاتھوں جو کچھ ہوا اس کے سبب سے خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہوگیا تا کہ جو کام انہوں نے کیا ہے اس کے تھوڑے سے کا مزہ تو اللہ ان کو چکھا دے تا کہ وہ رجوع کریں''

تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ اس آیت کے معنی اس وقت کھلے جس وقت انصار نے یہ کہا کہ ''ایک امیر ہم سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو''۔

پیغمبرؐ کے بعد لوگوں کے ہاتھوں سے پیغمبرؐ کے حقیقی جانشین سے اقتدار نکالنے کا جو کام ہوا یہ ایسا کام ہے جس کا مزہ سارے مسلمان چکھ رہے ہیں اور چکھتے رہیں گے اور یہ ایک ایسا فتنہ ہے جس کا اثر اور نقصان عام ہے اور جب تک مسلمان اصل حقیقت کی طرف رجوع نہیں کریں گے اس فساد کا مزہ چکھتے رہیں گے اور اس فتنہ کا نقصان اٹھاتے رہیں گے جیسا کہ ارشاد خداوند ہے کہ

" واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة " (الانفال ـ۲۵)

''اور تم اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو خصوصیت کے ساتھ کچھ انہیں لوگوں پر نہ پڑے گا جنہوں نے زیادتی کی ہے''

تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے انتقال کے بعد ہی لوگوں کو وہ فتنہ پیش آیا جس سے بچنے کا خدائے تعالی نے حکم فرمایا تھا کہ علی مرتضیٰ کو لوگوں نے چھوڑ دیا اور غیر شخص کی بیعت کر لی۔ حالانکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے صاف ارشاد فرمایا تھا کہ علیؑ کا اور آل میں محمد سے جو وصی ہوں گے ان کا اتباع کرنا''

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ پیغمبر گرامی اسلامؐ نے اتنی سخت بات بلا وجہ کے

MAAB 1431
maablib.org

نہیں کہی تھی کہ:

" من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة الجاهلیة"

مسند امام احمد حنبل جز۴ص ۹۶

مطابق نقل البلاغ المبین ج اص ۳۷

"جو مر گیا اور اس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا"

پیغمبرؐ نے اپنے اس ارشاد میں یہ نہیں فرمایا تھا کہ جو کسی کو امام نہ بنائے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا، بلکہ آپ نے فرمایا" لم یعرف امام زمانه "یعنی جو زمانہ کے امام کو نہ پہچانے گا کہ وہ کون ہے، کیونکہ جب وہ زمانہ کے امام کو نہ پہچانے گا تو پھر وہ اس کی اطاعت بھی نہیں کرے گا اور جب اس کی اطاعت نہ کرے گا تو جاہلیت کی موت مرے گا۔

پس اسلامی حکومت کے سچے وفادار وہی ہیں جو خدا کے حکم سے پیغمبرؐ کے مقرر کردہ ہادیان دین اور آئمہ طاہرین کے وفادار رہے اور ان کی اطاعت کا دم بھرتے رہے چاہے انہیں ظاہری تسلط واقتدار حاصل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

اور چونکہ پیغمبرؐ کے بعد ہادیان دین اور آئمہ طاہرین کا پیغمبرؐ کے جانشینوں کے طور پر پیغمبر کی طرف سے اعلان ہو چکا تھا اور پیغمبر بادشاہ نہیں تھے لہذا حتماً پیغمبر کے جانشین اور ان کی جگہ لینے والے بھی بادشاہ نہیں کہلا سکتے تھے اور اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام میں بادشاہت نہیں ہے ورنہ ہر کوئی جانتا ہے کہ مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ میں بنی امیہ، بنی عباس اور سلاطین عثمانیہ ترکی میں بادشاہ ہی بادشاہ ہوتے رہے ہیں یہی بات یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ وہ مسلمانوں کی حکومت تو تھی لیکن اسے اسلامی حکومت نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ اسلامی حکومت کے سربراہ صرف وہی ہادیان دین

MAAB 1431
maablib.org

اور آئمہ طاہرین تھے جنہیں پیغمبرؐ نے خدا کے حکم سے خود مقرر فرمایا تھا البتہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ پیغمبر نے انہیں امام اور رہادی خلق مقرر فرمایا جو خدا تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کے نمائندے تھے وہ دنیاوی حکومت کی طرز کے فرمانروا نہیں تھے جو قہر و غلبہ کے ذریعہ برسر اقتدار آتے ہیں۔

تمام دنیاوی حکومتیں تاریخ کا حصہ ہیں

تاریخ شاہد ہے کہ بنی آدم کے زمین پر آباد ہونے کے بعد، خدا کے بھیجے ہوئے ہادیوں میں سے بہت ہی کم ایسے ہیں جن کو تسلط واقتدار حاصل ہوا ہو۔ ورنہ حب جاہ و منصب اور اپنی برتری قائم کرنے کی خواہش نے، بہت سے انسانوں کو دوسرے انسانوں پر چڑھ دوڑنے، انہیں غلام بنانے، ان پر غلبہ حاصل کرنے، ان پر تسلط جمانے کے لیے ابھارا ہے اور صفحہ زمین پر اکسی نہ کسی طرح طاقت پکڑ لینے والے انسان کسی نہ کسی قطعہ زمین پر اپنی حکومت قائم کرتے رہے ہیں یہ ساری کی ساری حکومتیں تاریخ کا حصہ ہیں۔

چاہے کسی نے اچھی طرح حکومت کی ہو یا بری طرح۔ رعایا کے ساتھ انصاف کیا ہو یا ظلم کیا ہو، چاہے وہ کافروں کی حکومت ہو یا مسلمانوں کی، رفت و گذشت، وہ سب کی سب ختم ہو گئیں اور تاریخ کا حصہ بن گئیں۔ اب ان سے کسی کی حکومت کسی بھی انسان پر نہیں ہے نہ ہی ان کا حکم چالو ہے نہ ہی وہ واجب الاتباع ہیں اور نہ ہی وہ واجب الاطاعت ہیں۔

البتہ ہادیان دین کا مسئلہ سراسر جدا ہے چونکہ ان کی اطاعت و اتباع واجب ہے خواہ انہیں ظاہری تسلط واقتدار حاصل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ لہذا ان کا حکم اسی طرح اہل ایمان پر نافذ ہے جس طرح ان کی حیات ظاہری میں نافذ تھا۔ پس پیغمبرؐ کے بعد اسلامی حکومت کے حقیقی سربراہ اور حقیقی فرمانروا پیغمبرؐ کے وہی بارہ جانشین، ہادیان دین اور آئمہ طاہرینؑ تھے

MAAB 1431
maablib.org

جنہیں پیغمبرؐ نے خود خدا کے حکم سے مقرر کیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ میرے بعد میرے بارہ جانشین ہوں گے ۔ (صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دوسری کتابوں کے حوالے اس کتاب کے پہلے حصہ میں ملاحظہ ہوں)

ان کے علاوہ دوسری حکومتیں ساری کی ساری مسلمانوں کی حکومتیں تھیں، اسلامی حکومتیں نہیں تھیں ۔ اور اب بھی جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں مسلمانوں کی ہی حکومت ہے انہیں اسلامی حکومت نہیں کہا جا سکتا لہٰذا اسلامی حکومت کے قیام کے لئے ہر صورت میں ہادیان دین اور آئمہ طاہرین کے فرمان کی طرف رجوع کرنا ہوگا اس کے علاوہ اور کوئی صورت دنیا میں اسلامی حکومت کے قیام کی نہیں ہے ۔

اسلامی حکومت کا دائرہ اختیار

اسلامی حکومت، حکومت الٰہیہ کا دوسرا نام ہے اور حکومت الٰہیہ کسی خاص قطعہ زمین کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ تمام عالمین کے لئے ہے اور کل کرۂ ارض کے لئے ہوتی ہے ۔ پس اگر کہیں اسلامی حکومت قائم ہوتی ہے تو کرہ ارض کے مسلمانوں کے اس کو سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیے ۔

عبرت کے طور پر ہم یہاں پر فسادات پنجاب 1953 کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ سے ایک اقتباس پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں، اس میں لکھا ہے کہ

"ماسٹر تاج الدین انصاری کے دماغ میں مملکت اسلامی کے متعلق جو ژولیدہ تصور تھا وہ ان کی شہادت کے مندرجہ ذیل حصہ سے معلوم کیا جا سکتا ہے"

انصاری صاحب کی شہادت کا آخری حصہ اس طرح ہے:

سوال: کیا خلافت آپ کے نزدیک مسلم نظام حکومت کا ضروری جز ہے؟

maablib.org

جواب: جی ہاں۔

سوال: لہذا کیا آپ پاکستان میں خلافت کے قیام کے حامی ہیں؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: کیا مسلمانوں کے ایک سے زیادہ خلیفے بھی ہو سکتے ہیں؟

جواب: جی نہیں۔

سوال: کیا پاکستان کا خلیفہ، تمام مسلمانان عالم کا خلیفہ ہوگا؟

جواب: ہونا تو چاہیے مگر ہو نہیں سکتا۔

فسادات پنجاب ۱۹۵۳ کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ ص ۲۱۹

انصاری صاحب کا آخری جواب انتہائی طور پر قابل غور ہے "ہونا تو چاہیے مگر ہو نہیں سکتا"۔

کیوں نہیں ہو سکتا؟ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ پاکستان کے لوگوں کا بنایا ہوا حکمران اسے چاہے صدر کہیں یا بادشاہ کہیں یا خلیفہ کہیں اسے دوسرے ممالک کے مسلمان کیوں ماننے لگے، اب سقیفہ بنی ساعدہ کی کاروائی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

خلافت کے بدلتے ہوئے اصول

تاریخ کا ہر طالب علم اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہے کہ ۱۹۲۴ تک بادشاہ ہی خلیفہ کہلاتے رہے بنی امیہ کے تمام خلفاء بادشاہ تھے۔ بنی عباس کے تمام خلفاء بادشاہ تھے سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے تمام خلفاء بادشاہ تھے اور ان بادشاہوں کو تمام علمائے اعلام واکابرین اسلام خلیفہ ہی کہا کرتے تھے بعض خلیفہ خدا کہتے تھے۔ بعض خلیفہ رسول کہتے تھے۔ بعض خلیفۃ المسلمین کہتے تھے پیغمبر گرامی اسلامؐ کے بعد تقریباً 1350 سال تک یہ سارے بادشاہ

خلیفہ کہلاتے رہے اور یہ تمام اکابرین اسلام نہیں خلیفہ ہی کہتے رہے۔

آخر 1923ء میں مصطفےٰ کمال پاشا نے سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے آخری فرمانروا عبدالمجید ترکی کی حکومت کا خاتمہ کردیا۔ اور خلافت کی بساط لپیٹ کر خود صدر جمہوریہ ترکی بن گئے اس مقام پر ایک لطیفہ ہے اس زمانے میں ہندوستان میں تحریک خلافت چل رہی تھی مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی اس تحریک کے روح رواں تھے ان دنوں گلی گلی یہ شعر زور شور سے پڑھتے تھے۔

بولی اماں محمد علی کی جان بیٹا خلافت پہ دے دو

ترکی میں خلافت کے خاتمہ سے ہندوستان کی تحریک خلافت کو بڑا ضعف پہنچا۔ اس لئے ہندوستان سے ایک وفد ترکی کی مصطفےٰ کمال پاشا کے پاس ملنے کے لئے گیا اور ان سے یہ درخواست کی کہ آپ خلافت کے ادارہ کو ختم نہ کریں آپ خود منصب خلافت پر فائز ہو جائیں۔ ہم آپ کو خلیفہ مان لیں گے۔

مصطفےٰ کمال پاشا نے جواب دیا کہ جس وقت یہ لقب اختیار کیا گیا تھا اس وقت اس لقب کے اختیار کرنے کی ضرورت تھی۔ اب اس لقب کے اختیار کرنے کوئی ضرورت نہیں ہے۔

جس وقت بادشاہوں نے یہ لقب اختیار کیا تھا اس وقت خلیفہ کے لقب اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی اور کیا وجہ تھی۔ وہ وجہ یہ تھی کہ پیغمبرؐ نے بڑی کثرت کے ساتھ یہ بیان فرمایا تھا کہ میرے بارہ خلیفہ ہوں گے لہذا پیغمبرؐ کے بعد آنے والے بادشاہوں نے اور دنیاوی حکمرانوں نے خود کو خلیفہ کہلانا شروع کردیا۔ لیکن اب وہ بات نہیں چل سکتی تھی۔ لہذا مصطفےٰ کمال پاشا نے اس ادارہ کو ختم کردیا خلافت کے ادارہ کے خاتمہ کے بعد وہ مسلمان علماء

MAAB 1431
maablib.org

جو 1350 ء تک بادشاہوں کو خلیفہ کہتے رہے انہوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ اسلام جمہوریت کا داعی اور بادشاہت کے خلاف ہے ۔ یہ بات ان علماء نے اس لئے کہی تا کہ مغرب کے جمہوری نظام کے سامنے سرخرو ہوسکیں اوراس کے لئے انہوں نے قرآنی آیات کو غلط طور پر چپکانا شروع کردیا۔

لیکن بعض قدامت پسند دانشور آج بھی ایسے ہیں جو خلیفہ بننے کی نئی نئی ترکیبیں اور نئے نئے اصول پیش کررہے ہیں کوئی کہتا ہے کہ خلافت کسی ایک قبیلہ یا چند افراد کا حق نہیں ہے بلکہ ساری قوم کا حق ہے کوئی کہتا ہے کہ خلیفہ اس طرح سے بنتا ہے کوئی کہتا ہے کہ خلیفہ مشورہ سے بنتا ہے غرض آج بھی یہ دانشور خلیفہ بننے کے نئے نئے اصول پیش کررہے ہیں لیکن پیغمبرؐ کے بعد جتنے بھی دنیاوی حکمران بنے ان میں سے کوئی بھی ان دانشوروں کے بدلتے ہوئے اصولوں کے مطابق خلیفہ نہیں بنا۔

خلافت قرآن کی نظر میں

اگر چہ ہم نے اس موضوع پر ایک مفصل کتاب تحریر کی ہے لیکن یہاں پر مختصراً عرض ہے کہ:

لفظ خلیفہ قرآن میں صرف دو طرح سے آیا ہے

ا۔ وہ لفظ خلیفہ اور اس کے تمام مشتقات جن کا لاحقہ الارض ہے۔ مثلاً فی الارض خلیفہ خلیفة في الارض ۔ خلائف في الارض ، خلفاء الارض ۔ يستخلفلكم في الارض ۔ يستخلفنهم في لارض ۔ ليستخلفنهم في لارض وغیرہ

اس سے مراد ہر جگہ طبعی موت سے مرنے والے یا عذاب الٰہی سے ہلاک ہونے کے بعد ان کی جگہ زمین میں آباد ہونے والے اور ان کے زمین میں وارث بننے والے ہیں ۔

MAAB 1431
maablib.org

دوسرے لفظ خلیفہ وہاں استعمال ہوا ہے جہاں کسی نبی نے کسی کو اپنی عدم موجودگی میں اپنی جگہ قوم کی ہدایت کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کے لئے خود خدا کے حکم سے کسی کو مقرر کیا ہو۔

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر میقات پر جانے کے لئے اپنے بھائی ہارون کو اپنی جگہ خلیفہ نائب و جانشین مقرر کیا تا کہ وہ ان کی جگہ ان کی بجائے قوم کو ہدایت کریں اور ان کی اصلاح کریں۔اور فساد کرنے والوں کا ساتھ نہ دیں۔

اسی طرح پیغمبر اکرمؐ نے دعوت ذوالعشیرہ میں اپنے بھائی عم زاد علی ابن ابی طالب کو اپنی جگہ اپنا وصی اور اپنا خلیفہ بنانے کا اعلان کیا اور فرمایا:

"ان ھذا اخی و وصی و خلیفتی فیکم فاسمعوا لہ و اطیعوا"

(حوالے سابقہ اوراق میں ملاحظہ ہوں)

"یعنی یہ علی میرا بھائی ہے میرا وصی ہے اور میرا خلیفہ ہے تم میں پس تم اس کی بابت سننا اور اس کا حکم ماننا"۔

اب تمام عالم میں فساد برپا ہے

قرآن نے واضح طور پر یہ حکم دیا تھا کہ

"لا تفسدوا فی لارض بعد اصلاحھا" (الاعراف ۔۵٦)

یعنی زمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد اب فساد نہ کرنا۔

"بعد اصلاحھا" کا جملہ بتلا رہا ہے کہ زمین پہلے معرض فساد میں تھی اب کوئی بات ایسی ہوئی ہے جیسے خدا یہ کہہ رہا ہے کہ اب زمین کی اصلاح ہو گئی ہے اور وہ اصلاح یہی تھی کہ اب نبی و رسول و امام و ہادی خلق اور خداوند تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کے حقیقی نمائندے کو قوانین الٰہی کے نفاذ کے لئے تسلط و اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔

maablib.org

لہذا اس اصلاح میں فساد اسی طرح ہوگا جب خدا کے مقرر کردہ امام اور ہادیان دین اور خدائی اقتدار اعلیٰ کے حقیقی نمائندے سے تسلط و اقتدار کو نکال کر دوسرے لوگوں کی طرف منتقل کر دیا جائے۔

اور چونکہ خداوند تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ جانتا ہے کہ لوگوں کی خواہشات نفسانی انہیں ہادیان دین کی اطاعت سے نکال کر اپنی حکومت کی طرف مائل کر دیں گی لہذا اس نے بطور پیش گوئی کے فرمایا:

" ظهر الفساد في البر و البحر بما كسبت ايد ی الناس ليذيقهم بعض الذی عملوا يعلمهم يرجعون " (الروم۔۴۱)

"لوگوں کے ہاتھوں سے جو کچھ ہوا اس کے سبب سے خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہوگیا تا کہ جو کام انہوں نے کیا ہے اس کے تھوڑے سے کا مزہ تو اللہ ان کو چکھا دے تا کہ وہ حق کی طرف پلٹ آئیں"۔

پیغمبرؐ کے بعد لوگوں کے ہاتھوں سے پیغمبرؐ کے حقیقی جانشین سے اقتدار نکالنے کا جو کام ہوا ہے یہ ایسا کام ہے جس کا مزہ سارے مسلمان چکھ رہے ہیں اور چکھتے رہیں گے۔ اور یہ ایک ایسا فتنہ ہے جس کا اثر اور نقصان عام ہے اور جب تک مسلمان اصل حقیقت کی طرف رجوع نہیں کریں گے اس فساد کا مزہ چکھتے رہیں گے اور اس فتنہ کا نقصان اٹھاتے رہیں گے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

" واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة " (الانفال۔۲۵)

یعنی تم اس فتنے سے ڈرتے رہو جو خصوصیت کے ساتھ کچھ انہیں لوگوں پر نہیں پڑے گا جنہوں نے (خدا کی حکومت کے حقیقی نمائندے سے اقتدار نکال کر) زیادتی کی ہے۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ پیغمبر گرامی اسلام نے اتنی سخت بات بلا وجہ کے نہیں

MAAB 1431
maablib.org

کہی تھی کہ:

''من مات ولم يعرف اما م زمانه مات ميتة الجاهلية''

مسند امام احمد بن حنبل جز ۴ ص ۹۶

یعنی جو مر گیا اور اس نے اپنے زمانے کے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا''
پیغمبرؐ نے اپنے اس ارشاد میں یہ نہیں فرمایا تھا کہ جو کسی کو اپنا امام نہ بنائے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا بلکہ آپ نے فرمایا ''لم يعرف اما م زمانه'' یعنی جو زمانے کے امام کو نہ پہچانے گا کہ وہ کون ہے کیونکہ جب وہ زمانہ کے امام کو نہ پہچانے گا تو پھر وہ اس کی اطاعت بھی نہیں کرے گا اور جب اس کی اطاعت نہ کرے گا تو جاہلیت کی موت مرے گا۔

مغرب کی جمہوریت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں

علامہ اقبال نے مغرب کی جمہوریت کے بارے میں یوں فرمایا ہے:

ہے وہی طرز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردے میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

اور مطلق جمہوریت کے بارے میں یوں فرمایا ہے:

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

اور ابلیس کی بارگاہ خداوندی میں عرض داشت کے عنوان میں علامہ اقبال نے اس طرح فرمایا ہے۔

maablib.org

جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست

باقی نہیں اب میری ضرورت تہ افلاک

جمہوریت میں پارٹی بازی ہوتی ہے ہر پارٹی برسر اقتدار آنے کے لئے منتی ہے جو پارٹی برسر اقتدار آجائے وہ اپنی کرسی بچانے میں لگی رہتی ہے اور حزب اختلاف برسر اقتدار پارٹی کی کرسی سے ٹانگ کھینچنے میں مصروف رہتی ہے۔ اپنے ملک پاکستان میں دو مشہور و معروف پارٹیوں کا حال ہمارے سامنے ہے جب پیپلز پارٹی کی قائد بے نظیر بھٹو برسر اقتدار آئیں تو اس وقت مسلم لیگ ن کے قائد نواز شریف حزب اختلاف میں تھے آئین پاکستان کی رو سے بے نظیر بھٹو نے پانچ سال اقتدار میں رہنا تھا لیکن مسلم لیگ ن کے قائد نواز شریف نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ بے نظیر ملک کے لیے سیکیورٹی رسک بن چکی ہیں۔ بے نظیر اور ملک ایک ساتھ نہیں چل سکتے آخر اڑھائی سال ہی گذرنے پائے تھے کہ بے نظیر کو اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑے۔ اگلی دفعہ مسلم لیگ ن کے قائد نواز شریف برسر اقتدار آگئے تو پیپلز پارٹی کی قائد بے نظیر بھٹو نے مسلم لیگ ن کے قائد نواز شریف کے بارے میں وہی کہنا شروع کر دیا کہ نواز شریف ملک کے لیے سیکیورٹی رسک بن چکے ہیں اب نواز شریف اور ملک ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ آخر نواز شریف کو بھی اڑھائی سال ہی گزرنے پائے تھے کہ نواز شریف کو اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑے۔

غرض جو پارٹی زیادہ سے زیادہ عوام کو بے وقوف بنا لیتی ہے اور دوسری کی نسبت کار ابلیس انجام دینے میں زیادہ سیٹیں لے لیتی ہے وہ برسر اقتدار آجاتی ہے اور دوسری جماعت حزب اختلاف کا کردار ادا کرتی ہے۔ اور یہ چکر اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ ہاں اگر فوج ملک پر قبضہ کر کے برسر اقتدار آجائے تو پھر یہ پارٹیاں فوج کے خلاف شیر و شکر بن

MAAB 1431
maablib.org

جاتے ہیں اور فوج کے معاون بھی انہیں سیاستدانوں میں سے مل جاتے ہیں اور سیاسی پارٹیاں آپس میں مل کران فوجی حکمرانوں کو آمر کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بدترین جمہوریت آمریت سے بہتر ہے۔ موجودہ سیاسی جنگ میں مسلم لیگ ن کے قائد نے صدر پاکستان کے لئے جمہوری آمر کا لقب دیا ہے گویا جمہوریت میں بھی آمریت ہوتی ہے اور یہ بات انہوں نے اس لئے کہی کہ وہ خود جمہوری آمر تھے۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ لب کشائی کرے۔ آج وہ عدلیہ کی بحالی کے لئے لڑرہے ہیں لیکن خود انہوں نے سپریم کورٹ پر حملہ کرایا لاہور سے تین ہزار کارکن اسلام آباد لے کر گئے انہیں تین تین ہزار روپے نقد دیئے اسلام آباد کے ہوٹلوں کا خرچہ خود برداشت کیا ان کو ڈنڈے اور سوٹے مہیا کیے اور اگلے دن صبح سپریم کورٹ کھلنے پر سپریم کورٹ پر حملہ کردیا سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سجاد حسین شاہ نے میز کے نیچے پڑ کر جان بچائی۔ پھر رفیق تارڑ کو بریف کیس نوٹوں سے بھرا ہوا دے کر ہائیکورٹ کے چیف جسٹس کے پاس بھیجا اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے خلاف ہائیکورٹ کے چیف جسٹس نے مقدمہ سنا اور سجاد حسین شاہ چیف جسٹس آف سپریم کورٹ کو ہائیکورٹ کے چیف جسٹس نے برخاست کردیا تو نواز شریف صاحب نے ہائی کورٹ کے اس چیف جسٹس کو جن کا نام سعید الزمان صدیقی تھا سپریم کورٹ کا چیف جسٹس بنا دیا اور نوٹوں سے بھرے ہوئے بریف کیس پہنچانے والے کو صدر پاکستان بنادیا۔

یہ سب مذکورہ باتیں میڈیا پر آچکی ہیں۔ چنانچہ جب ایک آدمی نے مسلم لیگ ن کے رہنما احسن اقبال کے سامنے ان باتوں کا ذکر کیا تو انہوں نے جو اس کا جواب دیا وہ یہ تھا کہ 18 فروری کے مینڈیٹ سے ثابت ہوگیا کہ عوام نے ان باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اب یا تو یہ کہا جائے کہ عوام کالانعام مطلقاً احمق اور بے وقوف ہوتے ہیں یا وہ ان سیاسی

MAAB 1431
maablib.org

ابلیسوں کے چھانسے میں آجاتے ہیں جیسا کہ اقبال نے ابلیس کی یادداشت میں کہا ہے

جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست

باقی نہیں اب میری ضرورت تہ افلاک

غرض سیاست کا یہ ابلیسی کھیل ہر جگہ اسی طرح چل رہا ہے آج کے کیپٹل ٹاک میں محترم حامد میر صاحب نے ایک نئی بات بتلائی ۔آج کل لونگ مارچ کا بڑا چرچا ہے انہوں نے فرمایا اس کی ابتدا چین میں ماؤزے تنگ کے زمانے میں ہوئی مگر وہاں یہ لونگ مارچ حکومت کے گرانے کے لئے تھا اور ہمارے یہاں عدلیہ کی بحالی کے لئے لوگ مارچ کیا جارہا ہے ۔مگر محترم حامد میر صاحب یہ لونگ مارچ بھی حکومت کے گرانے کے لئے ہے جو عدلیہ کی بحالی کے پردے میں کیا جارہا ہے اور اس کا اندازہ خود میڈیا پر کھل کر سامنے آگیا ہے کہ حکومت اس لئے عدلیہ کو بحال نہیں کررہی کیونکہ اس سے انہیں اپنا اقتدار خطرے میں نظر آتا ہے ۔لیکن صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان نے خود عدلیہ کی بحالی کا اعلان کرکے ان کی اس چال کو ناکام بنادیا ۔آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا ۔غرض مغرب کے جمہوری نظام کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ وہی قیصری ہے یہ وہی دیو استبداد ہے جو جمہوری قبا پہن کر محو رقص ہے اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ بدترین جمہوریت بھی آمریت سے بہتر ہے تو یہ قول ان ہی لوگوں کا ہے جو جمہوریت کی سیڑھی کے ذریعہ اقتدار کی کرسی پر پہنچ کر لوٹ مار کرتے ہیں بہرحاج آج دنیا میں کہیں بھی اسلامی حکومت نہیں ہے کوئی مانے یا نہ مانے انقلاب ایران کے بعد ایران میں جو حکومت قائم ہوئی اسے آج کے زمانہ میں کچھ نہ کچھ اسلامی حکومت یا اسلامی حکومت کے مشابہ حکومت کہا جاسکتا ہے لیکن پاکستان میں نہ تو ایران کی طرح کی حکومت قائم ہوسکتی ہے نہ سعودی عرب کی طرح نہ کسی اور مسلم ملک کی طرح ۔

MAAB 1431
maablib.org

اور جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں مولانا مودودی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ 1923 تک تمام اسلامی ممالک میں بنی امیہ سے لے کر سلطنت عثمانیہ ترکیہ تک تمام عدالتوں میں شریعت کے مطابق ہی فیصلے ہوتے تھے مگران حکومتوں کو اسلامی حکومت نہیں کہا جا سکتا۔

لہذا حکومت غیر اسلامی ہونے کے باوجود خواہ بادشاہ ہو یا فوجی آمریت ہو یا جمہوری آمریت ہو دونوں صورتوں میں قانون شریعت نافذ کیا جا سکتا ہے۔

پاکستان میں نفاذ شریعت کے نفاذ کا صحیح طریقہ

پاکستان میں پہلے ہی سے اسلامی مشاورتی کونسل کے نام سے ایک ادارہ موجود ہے مولانا فضل الرحمٰن نے میڈیا پر انٹرویو دیتے ہوئے صحیح فرمایا تھا کہ "اس ادارے کے ذریعہ ملک میں قانون شریعت نافذ ہو سکتا ہے" مگر ایک تو اس ادارے کو با اختیار بنانا ہوگا دوسرے اس ادارے میں پاکستان کے تمام مسلمہ اسلامی فرقوں کی نمائندگی دینی ہوگی اور یہ نمائندگی کثرت رائے سے نہیں ہوگی بلکہ با اعتبار علم کے ہوگی یعنی پاکستان کے ہر فرقے کا اعلم ترین شخص اس فرقہ کا نمائندہ ہوگا اور ہر فرقے کا یہ عالم اپنی فقہ کے مطابق قوانین شریعت بیان کرے گا اور اس کا پیش کردہ اور بیان کردہ قانون شریعت اس فرقے کے لئے قابل تسلیم ہوگا اور نافذ العمل ہوگا۔ مثلاً فقہ حنفی کا عالم اپنی فقہ کے مطابق قوانین شریعت بیان کرے گا اور اس کا پیش کردہ اور بیان کردہ قانون شریعت فقہ حنفی کے ماننے والوں کو قابل تسلیم ہوگا اور ان پر ہی وہ نافذ العمل ہوگا اسی طرح فقہ جعفریہ کا عالم اپنی فقہ کے مطابق قوانین شریعت بیان کرے گا اور اس کا پیش کردہ اور بیان کردہ قانون شریعت فقہ جعفری کے ماننے والوں کو قابل تسلیم ہوگا اور ان پر صرف وہی نافذ العمل ہوگا۔ یہ ادارہ کلیتاً با اختیار

maablib.org

ہونا چاہیے جو قانون شریعت نافذ کرنے والی عدالتیں قائم کرے، قاضی القضاۃ، قاضی اور جج مقرر کرے اور جو فیصلہ یہ عدالتیں کریں ان کو نافذ کرنے کا اختیار بھی اس ادارے کو ہونے چاہئیں اس طرح کسی نہ کسی حد تک قانون شریعت نافذ ہو جائے گا اور ملکی حکومت چاہے وہ فوجی آمریت ہو یا جمہوری آمریت اپنے مزے لوٹتی رہے اور گل چھرے اڑاتی رہے ان کی اپنی انتظامیہ الگ ہو مقننہ الگ ہو عدلیہ الگ ہو اس کو اپنے اداروں کو چلانے کا کلی اختیار ہو نہ حکومت اسلامی مشاورتی کونسل کے کام میں دخل دے نہ اسلامی مشاورتی کونسل حکومت کے کام میں مداخلت کرے بیشک وہ لڑتے رہیں، مرتے رہیں ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچتے رہیں اور خود کو نیک اور پارسا ثابت کرتے رہیں بیشک وہ وقت کی قائم حکومت کو گرانے کے لئے لونگ مارچ کرتے رہیں عدلیہ کی بحالی کے پردے میں حکومت کی ٹانگ کھینچتے رہیں۔ حکومت وقت کو اور صدر پاکستان کو جعلی کہتے رہیں اور اپنا وہی فقرہ دہراتے رہیں کہ یہ حکومت اور ملک ایک ساتھ اکٹھے نہیں چل سکتے۔ اب تبدیلی کی ہوا چل پڑی ہے اگر کسی نے ہمارے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کیں تو عوام کا یہ سیلاب ان سب رکاوٹوں کو بہا لے جائے گا بہر حال یہ حکومت ہر صورت میں مسلمانوں کی حکومت ہوگی اسے اسلامی حکومت نہیں کہہ سکتے اور اسلامی مشاورتی کونسل فقط قانون شریعت کا نفاذ کرنے والا ایک خود مختار ادارہ ہوگا اسے حکومت وقت کی بات ماننے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ حکومت پر لازم ہے کہ وہ اس ادارہ کی بات مانے اور اس کے احکام کی تائید کرے۔

فقط

سید محمد حسنین زیدی برستی

MAAB 1431
maablib.org